

بہترین مسلمان

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ)) هَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَالْمُسْلِمُ قَالَ: إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ أَيْ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ قَالَ: ((مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ))

[البخاری، حدیث رقم: ۱۰]

”سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے کہ (دوسرے) مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ یہ صحیح بخاری کے لفظ ہیں اور صحیح مسلم میں یہ ہے کہ راوی نے کہا: تحقیق ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ مسلمانوں میں سب سے اچھا کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ شخص کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔“

ذکر الہی کی فضیلت

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ: کلمتان حبیبتان الی الرحمن، خفیفتان علی اللسان، ثقلیتان فی المیزان: سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ونفع الموازن القسط.....، رقم: ۷۵۶۳]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو کلمات ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے ہیں، لیکن ترازو میں وہ کلمات بہت ہی بھاری ہیں اور رب رحمن کے نزدیک بہت ہی محبوب ہیں وہ دو کلمے یہ ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔“

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے سے عمل کو اگر کر لیا جائے تو اس کا بہت زیادہ ثواب ملتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان دو کلمات کو پڑھنے میں دو سیکنڈ لگتے ہیں۔ لیکن ان کا اجر بہت زیادہ ملتا ہے۔ اس لیے ان کو بہ کثرت پڑھنا چاہیے۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ: الا انبئکم الخیر اعمالکم وازکاءھا عند ملیکم وارفعھا فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق الذهب والورق وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم وتضربوا اعناقکم قالوا بلی قال ذکر اللہ۔ [جامع الترمذی، کتاب الدعوات باب منہ، رقم: ۳۳۷۷]

”رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں بہترین اعمال کی خبر نہ دوں وہ عمل تمہارے اعمال کے درجات کو بلند کرنے والا ہے، تمہارے لیے سونے اور چاندی کو خرچ کرنے سے بہتر ہے اور اس عمل سے بہتر ہے کہ تم اپنے دشمنوں سے ملو اس حال میں کہ تم ان کی اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں۔ تو اس بات کو سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ کیوں نہیں، یعنی ضرور بتلائیں۔ فرمایا کہ اللہ کا ذکر ان تمام چیزوں سے افضل اور بلند درجہ والا ہے۔“

فائدہ: اس حدیث میں ذکر الہی کی خوب فضیلت بیان کی گئی ہے۔ کیوں کہ ہر عمل خیر کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اس کے بغیر بڑے سے بڑا عمل بے کار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے اعلیٰ و افضل ہے۔ اور مختصر اچند فوائد یہ ہیں:

①..... مالوں کو اللہ کے راہ میں خرچ کرنا۔

②..... اونٹ کے اوپر بیٹھ کر اللہ کی راہ میں نکلنا۔

③..... اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکل کر تلوار کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کرنا۔

معلوم ہوا کہ اللہ کو یاد کرنا، عمل جہاد جیسے عمل سے بھی بہتر ہے۔ اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ وہ ہر وقت اللہ کا ذکر کرے۔ [عبدالرحیم بلتستانی]

فہرست

1	بہترین مسلمان	جواہر پارے
2	ذکر الہی کی فضیلت	کلمہ طیبہ
5	(عبدالرحیم ہلمستانی)	اداریہ
7	(حافظ احمد شاہ)	تذکیر
13	دو ہرے اجر کے مستحق لوگ..... (۳)	معاشرتی مسائل
21	رشوت کی تعریف..... (۶) آخری	احکام و مسائل
28	مرزا قادیانی کی تحریک کا سیاسی پس منظر (۱)	اسلامی معاشرت
32	(مفتی عبید اللہ خاں عقیف)	مقام صحابہ
35	مخلوط معاشرہ..... (۳)	شعر و ادب
	(امّ عبدنیب)	
	(زبیدہ بی بی)	
	سیرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	
	(محمد اسحاق عابر)	
	حیات بے ثبات	

ظالم بستیوں کا انجام

﴿وَلَقَدْ أَهَلَكْنَا الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا﴾ [یونس: ۱۰/۱۳]

”جب تم سے پہلے کئی بستیوں نے ظلم کیا تو ہم نے انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔“

حاکم کا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ أَمِيرٍ عَشَرَ إِلَّا يُوتَى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَغْلُولًا حَتَّى يَنْفَكَّ عَنْهُ الْعَذْلُ أَوْ يُدْبِقَهُ الْجَوْرُ»

[الدارمی: ۲/۲۴۰۔ الصحیحہ: ۲۶۲۱]

”دس آدمیوں کا حاکم بھی قیامت کے روز جکڑ کر پیش کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کا انصاف کرنا اس کو رہائی دلا دے گا یا اس کا ظلم و ستم اس کو تباہ کر دے گا۔“

دعائے مقبول

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی:

①..... روزہ دار جب افطار کرے، ②..... انصاف والا حاکم، ③..... مظلوم کی دعا، اللہ تعالیٰ اسے بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیری ضرورت مدد کروں گا چاہے کچھ وقت بعد کروں۔ [ترمذی: ۳۵۹۸]

نیز فرمایا: تین شخصوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ ①..... باپ کی، ②..... مسافر کی، ③..... مظلوم کی۔ [ابوداؤد: ۱۵۳۶]

اسی طرح مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ دعا بھی جلد قبول ہوتی ہے۔ [ابوداؤد: ۱۵۳۵]

”اللہ والے“

حافظ احمد شاہ

اداریہ

جمہوریت کیا ہے؟ اس کے معانی کیا ہیں؟ اس کے نفع و نقصان کا گوشوارہ کیا ہے؟ ان سب سوالوں کے جواب تو ہمارے بس میں نہیں یا شاید ہم دے نہ سکتے ہوں؟ یا یہ سوال پھر بھی شاید لا جواب ہی رہے گا۔ تاہم ہمارے محدود علم کے مطابق جمہوریت کا لغوی معنی شاید اہل وطن کی رائے کا احترام کرنا ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ عرفی معنی بقول اقبالؒ کے جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے۔ جب کہ ہمارے ہاں ہر سیاسی پارٹی کے نزدیک جمہوریت وہی صحیح اور ٹھیک ہے جس میں اس سیاسی جماعت کی حکمرانی ہو۔ ہاں البتہ دورِ حاضر یعنی موجودہ جمہوری دور میں شاید پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ مسلم لیگ ن، پی پی پی حکومت کی جمہوریت کی مدح سرائی اور حفاظت کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔ ممکن ہے وعدہ فردا کا انتظار ہو تا کہ اس نیند رے کی ضرورت آنے والے وقت میں م۔ ل۔ ن کو بھی پڑ جائے۔ اس لیے اس کے لیڈر روشن مستقبل کی آس میں موجودہ جمہوری حکومت کو ٹیک یعنی آسرا دینے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ سندرہ ہے اور بوقت ضرورت کام آوے۔

شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اقتدار کا معنی مسؤلیت یعنی ذمہ داری اور..... دنیا و آخرت میں احساس..... جواب دہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح جنگ کی خواہش کرنا اور موت مانگنا منع ہے اس لیے اقتدار کی طلب نہ صرف ممنوع ہے بلکہ طالب اقتدار کو اقتدار نہ دیئے جانے کا حکم ہے۔ خلفائے راشدین کا انتخاب یا چناؤ بھی اگرچہ مشورہ ہی سے ہوتا تھا۔ لیکن فیصلہ کرنے اور منتخب کرنے والے اصحاب عامۃ المسلمین کے نزدیک علم و عمل، عقل و فضل اور زہد و تقویٰ میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ فیصلے میں کثرت رائے کا احترام وہ بھی یقیناً کرتے ہوں گے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ نبوت سے جوں جوں بعد ہوتا گیا انتخاب و معیار میں بشری لغزشیں در آتی گئیں۔ لیکن مجموعی طور پر خیر و برکت کا وہ دور گزرنے کے بجائے تولد والا دور تھا جو موجودہ دور سے کئی گنا بہتر تھا اس لیے کہ ہر حاکم کو عوامی مسؤلیت کے کسی نہ کسی درجے کے خوف کے علاوہ عند اللہ مسؤلیت کا خوف بھی رہتا تھا۔ دور خلافت کی ایک برکت یہ بھی تھی کہ عالمی طور پر مسلمانوں کا ایک مرکز رہتا تھا اور امت میں کسی نہ کسی درجہ میں وحدت و مرکزیت قائم رہتی تھی۔ ہلال و صلیب کی کشمکش میں اغیار نے اسی نکتے کو بنیاد بنا کر پہلے باندھ لیا کہ مسلمانوں کی مرکزیت ختم کر دو اور ان کو آپس میں ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ اور اغیار نے اس جملے کو مقصد و حید بنا کر خلافت اسلامیہ ختم کی اور حکمرانی کی ریوڑیاں مختلف قبائل اور خاندانوں میں بانٹتے ہوئے مسلم امہ کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ایک خطے میں کئی ریاستیں بنادی گئیں اور ان ریاستوں میں انسانی کمزوریوں اور لغزشوں کو نمودے کر خلافت کو نسیا منسیا کر کے ملوکیت کو اس کی آلائشوں سمیت رواج دیا گیا جس کے بعد ملوکیت کو ایک گالی بنا دیا گیا اور اس کی جگہ بی جمہوریت کو بنا سنوار کر پیش کیا گیا کہ انسانوں کے دکھوں کا علاج صرف یہی جمہوریت ہے جو شافی الامراض بھی ہے اور دافع البلاء بھی۔

برطانیہ میں چوں کہ بادشاہت ہے اس لیے امریکا نے خود کو جمہوریت کا میکہ قرار دے لیا۔ اس لیے امریکا جس ملک کے لیے جمہوریت کی

”خصتی“ کرتا ہے اس کے مطابق اس کا میک اپ کرتا اور لازماً اس کے ساتھ روانہ کرتا ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیں بھارت کے لیے جمہوریت کا میک اپ الگ ہے اور پاکستان کے لیے اس سے مختلف۔ نیپال کے لیے الگ ہے اور افغانستان کے لیے اس سے جدا۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اسلامی ممالک کے لیے اس کو جمہوریت مختلف درکار ہوتی ہے اور غیر مسلم ممالک کے لیے مختلف۔ تو یہ شاید زیادہ صحیح ہوگا کہ جو اسلامی ممالک اس کے سامنے بھیگی بلی بن جاتے ہیں وہاں جمہوریت سے مراد اس کا مقصد اپنے مفادات کا حصول ہوتا ہے۔ جیسے پاکستان و افغانستان ان ملکوں میں اسی جمہوریت کو وہ صحیح تسلیم کرتا ہے جو اس کے مفادات کی تابع ہو۔ اور اگر الجزائر اور (فلسطین میں) عوام کی اکثریت دین پسند طبقے (حماس) کو منتخب کر لے تو وہاں کثرت رائے تسلیم کرنا بھی اس کی جمہوریت کو وارے نہیں آتا کہ الجزائر اور حماس کے غیور لیڈروں کی بجائے اس کے مفادات کے محافظ اور خیر خواہ غیر اسلامی ذہن کے حامل ہوتے ہیں۔ گویا کہ اگر یہ کہا جائے کہ امریکا دنیا میں جمہوریت کو اپنے مفادات کا ہم معنی قرار دیتا ہے تو شاید اتنا غلط نہ ہو۔

ظاہر بات ہے کہ ہم جیسے مقروض اور سائل (بھکاری) ممالک جو جمہوریت کے نام پر امریکی مفادات کے محافظ بن جاتے ہیں ان کا تو پھر اقبال کے بقول نہ تن اپنا ہوتا ہے اور نہ ہی من۔ ہم جیسے کوتاہ علم اور کم وسائل لوگ جب اس طرح کی حکومتی پالیسیوں اور ملکی حالات سے ایسے نتائج تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میدان سیاست کے کھلاڑی اور حکومتی پالیسیوں کا ادراک کرنے والے قومی سطح کے لیڈروں کا علم و تجربہ ان نتائج تک نہ پہنچ پائے؟ ہمارے قومی سطح کے لیڈر اس کے بعد بھی امریکی مفادات کے تابع اس جمہوریت کو بچانے اور اس کا دفاع کرنے کو ترجیح دیں تو پھر اس کو اول آخر ان کی اطاعت شعاری کو امریکی مفادات کی خدمت گزاری نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔ اور پھر یہ خیال بھی آتا ہے کہ قوم کے اس درد کا درماں کیا ہوگا جس کے غم میں ہمارے قومی سطح کے لیڈر سوکھ سوکھ کر ہاتھی ہو رہے ہیں۔

سیاست کے گنبد میں ایک عرصے تک وطن عزیز پاکستان کے نظریاتی مملکت ہونے کی کیسٹ چلتی رہی جس کا نتیجہ نفاذ اسلام بتایا جاتا تھا۔ پھر نظریہ پاکستان کے تحفظ اور اس کے نفاذ کا میڈیا میں ذکر ہوتا رہا۔ پھر ایک دور میں نظام مصطفیٰ کے نعروں سے ارض پاکستان کی فضا گونجتی رہی پھر ایک دور میں جوان خون الجہاد والہ جہاد کے ترانے الاپتا رہا پھر ایک ایسا دور آ گیا کہ جمہوریت کا فراق ناقابل برداشت ہو گیا۔ جمہوریت کی بازیابی چوں کہ جمہوریوں کے بقول آمر کے دور میں شاید ممکن نہ رہی تھی اس لیے آمر جس کا دور معیشت، معاش، امن کے لحاظ سے رواں جمہوری دور سے ہزار گنا بہتر تھا کو راستے سے ہٹا کر بلکہ صفحہ ہستی سے مٹا کر جمہوریت کو بازیاب کر کے سیاسی لیڈروں کے گھیرے میں دے دیا گیا۔ دس بارہ سال تک جمہوریت کو کبھی کوئی اپنے حبالے میں لیتا رہا اور کبھی کوئی اپنی آغوش میں حتیٰ کہ ایک خوش خیال، اعتدال پسند اور اتار کی غاصب جمہوریت کو لے اڑا اور نو سال تک امریکا کو بھلاتا، اپنا دل لہھاتا، عوام کو چکراتا اور اصحاب درد کو الجھاتا رہا تا آں کہ تخت سے اتار کر اپنے اعمال کے باعث تختے کی طرف اس کا سفر شروع ہو چکا ہے۔

اب پھر کم و بیش دس سال بعد جمہوریت ارض پاکستان پر جلوہ گر ہوئی ہے لیکن ہم دھماکوں خود کش حملوں (غربت کے باعث) خود کشیوں (دریائی) پانی کے بحران بجلی کے بحران آٹے کے بحران چینی کے بحران گویا کہ بحرانوں کی بہتات ساتھ لائی ہے۔ لیکن ہمارے سیاست دانوں اور حکم رانوں کو فکر صرف اُس جمہوریت کی ہے جس کے جھولے ایک پارٹی جھول رہی ہے اور دوسری انتظار میں بیٹھی ہے۔ باقی رہے بحران! تو ان ”اللہ والے“ سیاسی لیڈروں کا خیال ہے کہ جس ذات پاک نے پاکستان عطا کیا ہے وہ اس کو بحرانوں سے نکال بھی لے گا۔ یہ حکم ران تو حلوہ کھانے آئے ہیں ان کے آرڈر سے حلوہ تیار ہوتا رہے گا حلوہ ختم ہونے پر اپنی اپنی بولیاں بول کر سب اڑ جائیں گے۔

دوہرے اجر کے مستحق لوگ

غلام مصطفیٰ فاروق

شریعت محمدی پر ایمان لانے والے اہل کتاب:

صحیح بخاری و مسلم، ترمذی و نسائی، دارمی و مسند احمد و طیالسی میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ - رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ)) [بخاری، کتاب العلم، رقم: ۹۷]

”تین آدمیوں کے لیے دوہرا اجر ہے، ان میں سے ایک اہل کتاب کا وہ آدمی ہے جو اپنے نبی پر ایمان رکھتا تھا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھی ایمان لے آئے۔“
دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((مُؤْمِنٌ أَهْلُ الْكِتَابِ الَّذِي كَانَ مُؤْمِنًا ثُمَّ آمَنَ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَلَهُ أَجْرَانِ)) [بخاری کتاب الجہاد والسير، باب فضل من اسلم من اهل الكتابين، رقم الحديث: ۳۰۱۱]

”اہل کتاب کا وہ آدمی جو مؤمن تھا، اور پھر نبی ﷺ پر بھی ایمان لائے اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔“
ایک اور روایت میں ہے:

((وَإِذَا آمَنَ بَعِيسَى ثُمَّ آمَنَ بِى فَلَهُ أَجْرَانِ)) [بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله واذكر في الكتاب مريم اذا انتابت من اهلها]

”اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا، اور پھر مجھ پر بھی ایمان لایا۔“

اس مؤمن اہل کتاب نے دو عمل کیے ہیں:

①..... ایک تو وہ پہلے ایک نبی اور اس کی کتاب پر ایمان لایا۔

②..... اور پھر دوسرے نبی اور اس کی کتاب پر ایمان لایا۔

اس طرح اس نے دو اجر اور دو ثواب حاصل کر لیے، پہلے نبی پر بھی ایمان لایا، پھر دوسرے پیغمبر پر بھی ایمان لے آیا۔ اگر کسی یہودی و عیسائی تک محمد کریم ﷺ کی دعوت پہنچ جائے پھر ایمان نہ لائے تو وہ جہنم و دوزخ میں جائے گا۔ جیسا کہ صحیح مسلم و مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٍّ وَلَا نَصْرَانِيٍّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ)) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبينا محمد الى جميع الناس، رقم الحديث: ۱۵۳]

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس زمانے کا (یعنی میرے وقت اور میرے بعد قیامت تک) کوئی یہودی یا نصرانی (یا اور کوئی دین والا) میرا حال سنے، پھر ایمان نہ لائے اس پر، جس کو میں دے کر بھیجا گیا ہوں (یعنی قرآن کریم) تو جہنم و دوزخ میں جائے گا۔“

حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے والے اہل کتاب کو دوہرا اجر ملنے کا تذکرہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں بھی کیا ہے۔

چنانچہ سورۃ القصص میں اہل کتاب کے بارے میں ارشاد الہی ہے:

﴿الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ مِنْ قَبْلِهِمْ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَأُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ذُكِّرْ لَكُمْ عَلَيْهِمْ لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ﴾ [القصص: ۲۵ تا ۵۵]

”جن لوگوں کو اس سے پہلے ہم نے کتاب دی تھی، وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور جب یہ ان کو سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، یہ واقعی حق ہے ہمارے رب کی طرف سے، ہم تو پہلے ہی مسلم ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دو بار دیا جائے گا، اس ثابت قدمی کے بدلے جو انہوں نے دکھائی۔ وہ برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں، اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، جب انہوں نے بے ہودہ بات سنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے، تم کو سلام ہے ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار کرنا نہیں چاہتے۔“

ان آیات میں سے آیت ۵۳ کا مفہوم بڑا واضح ہے کہ اسلام لانے والے اہل کتاب کو دوہرا اجر ملے گا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ تمام اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) اس پر ایمان لاتے ہیں، بلکہ یہ اشارہ دراصل اس واقعہ کی طرف ہے جو اس سورۃ کے نزول کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔

اس واقعہ کو علامہ ابن ہشام اور امام بیہقی نے محمد بن اسحاق کے حوالہ سے اس طرح روایت کیا ہے:

”ہجرت حبشہ کے بعد جب نبی اقدس ﷺ کی بعثت اور دعوت کی خبریں حبشہ کے ملک میں پھیلیں تو وہاں سے بیس کے قریب عیسائیوں کا ایک وفد تحقیق حال کے لیے مکہ مکرمہ آیا اور نبی ﷺ سے مسجد حرام میں ملا۔ قریش کے بہت سے لوگ بھی

یہ ماجرا دیکھ کر گرد و پیش کھڑے ہو گئے۔ وفد کے لوگوں نے نبی ﷺ سے کچھ سوالات کیے جن کا آپ ﷺ نے جواب دیا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی اور قرآن کریم کی آیات ان کے سامنے پڑھیں، قرآن سن کر ان کی آنکھوں سے جاری ہو گئے۔ اور انہوں نے اس کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کی اور نبی رحمت ﷺ پر ایمان لے آئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو ابو جہل اور اس کے چند ساتھیوں نے ان لوگوں کو راستہ میں جالیا اور انہیں سخت ملامت کی کہ

”بڑے نامراد ہو تم لوگ، تمہارے ہم مذہب لوگوں نے تم کو اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس شخص کے حالات کی تحقیق کر کے آؤ اور انہیں ٹھیک ٹھیک خبر دو۔ مگر تم ابھی اس کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ اپنا دین چھوڑ کر اس پر ایمان لے آئے، تم سے زیادہ احمق گروہ تو کبھی ہماری نظر سے نہیں گزرا۔“

اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ”(سلام ہے بھائیو تم کو، ہم تمہارے ساتھ جہالت بازی نہیں کر سکتے۔ ہمیں ہمارے طریقے پر چلنے دو اور تم اپنے طریقے پر چلتے رہو۔ ہم اپنے آپ کو جان بوجھ کر بھلائی سے محروم نہیں رکھ سکتے۔)“ [سیرت ابن ہشام: ۳۲/۲ - البدایہ والنہایہ: ۸۲/۳ بحوالہ تفہیم القرآن:

۶۴۵/۳]

اس کے علاوہ سورۃ حدید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ﴾ [الحديد: ۲۸]

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر ایمان لاؤ۔ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ عطا فرمائے گا۔“

مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ دو گنا اجر ان اہل ایمان کو ملے گا جو نبی اقدس ﷺ سے قبل دوسرے کسی رسول پر ایمان رکھتے تھے، پھر نبی ﷺ پر بھی ایمان لے آئے۔“

اللہ تعالیٰ اور اپنے آقا کا حق ادا کرنے والے غلام:

رب کائنات نے قرآن کریم میں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک، اچھے رویے اور عمدہ برتاؤ کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ لَا وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَلًا فَخُورًا﴾ [النساء: ۳۶]

”اور تم سب اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پردہ رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں احسان کا معاملہ رکھو۔ یقین جانو! اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شنی کوروں کو پسند نہیں فرماتا۔“

صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ إِخْوَانَكُمْ خَوَلَّكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تَكْلَفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعْيُنُوهُمْ)) [صحیح بخاری،

کتاب العتق، باب العبد اذا احسن ونصح سيده]

”تمہارے غلام بھی تمہارے بھائی ہیں، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری ماتحتی میں دے رکھا ہے، اس لیے جس کا بھی کوئی بھائی اس کے قبضہ میں ہو، اسے وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے۔ ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے، اگر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالو، تو پھر ان کی مدد کرو۔“

اسلام کی ہدایات و تعلیمات کیسی عمدہ و پاکیزہ ہیں کہ جس میں

رسول اللہ ﷺ نے جو گرامی نامہ قیصر شاہ روم کے نام حضرت دحبہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعے روانہ فرمایا تھا۔ اس میں بھی آپ ﷺ نے اسے فرمایا تھا کہ اے ہرقل عظیم روم اگر تم اسلام لے آؤ گے تو تمہیں دو اجر اور دو گنا ثواب دیا جائے گا، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم اور مسند احمد کی ایک طویل حدیث میں اس خط کے یہ الفاظ درج ذیل ہیں:

((بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ - سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ - أَسْلِمَ تَسْلِمَ يُؤْتِكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ - فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْإِرْسِيَيْنِ وَ﴿يَا هَلْ الْكِتَابُ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران: ۶۴])

[صحیح بخاری، کتاب بدعہ الوحی، رقم الحدیث: ۷]

”اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جو مہربان رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے ہرقل عظیم روم کی طرف اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں آپ کے سامنے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ اسلام لے آئیں گے۔ تو (دین و دنیا) میں سلامتی نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دو ہر ا ثواب اور دو گنا اجر عطا فرمائے گا اور اگر آپ (میری دعوت سے) روگردانی کریں گے تو آپ کی رعایا کا گناہ بھی آپ ہی پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب! ایک ایسی بات پر آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنائے۔ پھر اگر وہ اہل کتاب (اس بات سے) منہ پھیر لیں تو (مسلمانو!) تم ان سے کہہ دو کہ (تم مانویا نہ مانو) ہم تو ایک اللہ کے اطاعت گزار ہیں۔“

غلاموں، لونڈیوں اور کمزوروں کے حقوق کا بھی تحفظ کیا گیا ہے۔ ان پر ظلم و ستم کرنے، ان سے نا انصافی اور اتلاف حق سے منع کیا گیا ہے۔ آج کل کی مزدوروں کے حقوق اور انسانی حقوق کی علمبردار جو این جی اوز، تنظیمیں اور جماعتیں ہیں وہ ماضی پر نظر دوڑائیں تو ان کو ایک راہبر، راہنما اور مقتدا ایسا ملے گا جس نے چودہ سو سال قبل ہی انسانی حقوق کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے، خواہ وہ مزدور، غلام اور لونڈی کی شکل میں یا مالک کی شکل میں ہو، گوکہ ہر آدمی کو کہ جس منصب و عہدہ پر بھی وہ فائز ہے اسے عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے۔ مساوات اور برابری کا درس دیتا ہے۔

اس لیے اپنے اپنے جھنڈوں کو بلند کرنے کی بجائے صرف اور صرف محمد عربی ﷺ کے جھنڈے اسلام کو ہی بلند کیا جائے تو کافی ہے۔ جب اسلام قانون کا نفاذ ہوگا تو ظلم و ستم، تعدی و جور اور نا انصافی کا نام و نشان تک نہیں رہے گا بلکہ ہر آدمی کو ہر شعبہ و محکمہ اور ہر برانچ و ڈیپارٹمنٹ میں انصاف میسر ہوگا۔ اور جب عدل و انصاف ہر آدمی کو ملے گا، تو پھر ایک ایسا بہترین معاشرہ تشکیل پائے گا، جو چودہ سو سال پہلے کی دوبارہ یاد دلانے کا۔

یوم مزدور، مدرز ڈے اور خواتین کا عالمی دن وغیرہ منانے سے اسلام سے دوری ہوگی جو ہمارے ہی دین و ایمان کے لیے خطرے کا باعث ہے۔

اسلام نے جہاں آقاؤں اور مالکوں کو حکم فرمایا کہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ، ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو، جو خود کھاؤ وہی انہیں کھلاؤ، جو خود پہنو وہی انہیں پہناؤ، ان کی مدد کرو، غلاموں کے ساتھ ظلم و ستم نہ کرو۔ وہاں غلاموں اور لونڈیوں کو بھی بطریق احسن سمجھایا کہ وہ اسلامی فرائض کی ادائیگی کے بعد اپنا اہم فریضہ اپنے مالکوں کی خیر خواہی کریں، ان کے لیے نفع مند ثابت ہوں، مالک اور آقا کے بھی حقوق ہیں۔ ان کے ساتھ وفاداری کے ساتھ زندگی گزاریں، ان کے لیے ضرر رسانی کا کبھی تصور بھی نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کو دو گنا ثواب ملے گا۔ فرائض اسلام کی ادائیگی کا ثواب اور اپنے مالک کی خدمت کا ثواب۔

نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ الْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوْلِيهِ)) [صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته واهله۔ مختصر صحیح مسلم: ۲۱۔ صحیح الجامع: ۳۰۷۳]

”تین آدمیوں کو اللہ تعالیٰ دو ہر اجر اور دو گنا ثواب عطا کرے گا..... وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کا بھی پورا حق ادا کیا اور اپنے آقاؤں کا بھی۔“

صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ)) [صحیح بخاری، کتاب العتق، باب العبد اذا احسن عبادته ربه ونصح سيده]

”وہ غلام جو اپنے آقا کا خیر خواہ بھی ہو اور اپنے رب کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہو تو اسے دو گنا اجر ملتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اپنے آقا کی اطاعت کرنے والا غلام بھی دوہرے اجر کا مستحق ہے۔ اس حکم میں ہر وہ شخص شامل ہے جو کتاب و سنت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے سربراہ اور افسر کی اطاعت کرتا ہے۔ یاد رہے قرآن وحدیث کے مقابلہ میں کسی شخص کی کوئی اطاعت نہیں۔

صحیح بخاری ہی میں سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی فرمان رسول ﷺ ہے:

((لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ الصَّالِحِ أَجْرَانِ)) [بحوالہ سابقہ]

”غلام جو کسی کی ملکیت میں ہو اور نیکو کار ہو، اسے دو ثواب ملتے ہیں۔“

اسی دو گنا اجر و ثواب ہی کا تصور تھا جس کی بناء پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ تمنا و آرزو کی تھی اور فرمایا تھا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْحَقُّ وَبِرُّ أُمِّي لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوتَ وَأَنَا مَمْلُوكٌ))

مولانا عطاء اللہ ساجد رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”لوٹڈی غلام خدمت لینے کے لیے خریدے جاتے ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ان پر ایک عظیم احسان ہے، پھر لوٹڈی کو آزاد کر دینا اور احسان ہے۔ اس کے بعد اس سے نکاح کر لینے کو اس نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے کہ یہ گویا آزادی کی نفی ہے بلکہ یہ احسان کی تکمیل ہے کہ لوٹڈی کو آزاد بیوی والے پورے حقوق حاصل ہو گئے۔“ [سنن ابن ماجہ

مترجم: ۱۶۴/۳]

صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الایمان اور دیگر کتب حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے جو خراسان کا رہنے والا تھا، امام شعی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ ہمارے ملک کے لوگ کہتے ہیں، جو اپنی لوٹڈی کو آزاد کرے، پھر اس سے نکاح کر لے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ہدی کے جانور پر سواری کرے۔ تو امام شعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ مجھ سے ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں کو دو ہرا اجر اور دو ہر ا ثواب ملے گا:

((رَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ فَغَدَاَهَا فَأَحْسَنَ غَدَاءَهَا - ثُمَّ أَكْبَهَا فَأَحْسَنَ أَكْبَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ)) [صحیح بخاری و صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم،

رقم الحدیث: ۱۵۲]

”وہ شخص جس کے پاس کوئی لوٹڈی ہو پھر اچھی طرح اس کو کھلائے اور پلائے اور پھر اس کو عمدہ تعلیم اور اس کی بہتر تربیت کرے، پھر اس کو آزاد کرے اور اس سے نکاح کر لے اسے دو گنا اجر اور دو ہر ا ثواب ملے گا۔“

یہ حدیث بیان کر کے امام شعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خراسانی کے دل میں حدیث پیغمبر کی قدرواہمیت پیدا کرنے کے لیے فرمایا:

((خُذْ هَذَا الْحَدِيثَ بِغَيْرِ شَيْءٍ))

[بحوالہ سابقہ]

”اس ذات کی قسم جس کی ہاتھ میں میری جان ہے، اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد، حج اور والدہ کی خدمت (کی روک) نہ ہوتی، تو میں پسند کرتا کہ غلام رہ کر مروں۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ غلام پر جہاد فرض ہے نہ حج۔ یعنی وہ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر جہاد اور حج کے لیے بھی نہیں جاسکتا۔ اسی طرح اپنی والدہ کی خدمت بھی آزادی سے نہیں کر سکتا۔ اگر یہ باتیں نہ ہوتیں تو میں آزادی کی نسبت کسی کا غلام رہنا زیادہ پسند کرتا تا کہ مجھے دو گنا اجر و ثواب ملتا۔

لوٹڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے والے:

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ عِنْدَهُ أَمَةٌ فَأَكْبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ)) [صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته وأهله]

”تین آدمیوں کے لیے دو ہرا اجر ہے، (ان میں سے تیسرا آدمی وہ ہے)..... جس کے پاس کوئی لوٹڈی ہو، وہ اچھے طریقے سے اسے ادب تمیز سکھائے، اور اچھی تعلیم دے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے اس کے لیے دو ہرا اجر ہے۔“

اسلامی شریعت میں یہاں تک حکم ہے عورت و مرد سب کو تعلیم دینا چاہیے، حتیٰ کہ لوٹڈی و غلام کو بھی علم حاصل کروانا ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے۔ مگر علم وہ ہے جس سے شرافت اور انسانیت پیدا ہو، نہ کہ آج کے مروجہ علوم و فنون جو انسان نما حیوانوں میں اضافہ کرتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ادب سکھانا، اچھے اخلاق و تہذیب اور عمدہ تربیت دینا بھی ضروری ہے، اگر علم کے ساتھ عمدہ تربیت نہ ہو، اور اخلاق و تہذیب نہ ہو تو ایسے علم سے پورا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

”جاؤ اس حدیث کو تحفۃً مجھ سے مفت اور بغیر محنت و قیمت کے لے جاؤ۔“

ورنہ کئی لوگوں کو اس سے مختصر اور چھوٹی احادیث کے لیے مدینہ تک کا سفر اختیار کرنا پڑا۔

صحیح بخاری کتاب العلم کی خدمت (ثلاثة لهم اجران)

کے تحت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ان کی زندگی کے تمام علموں کے اجر دوسرے لوگوں سے دو گنے ہوں گے۔ اگر دوسرے لوگوں کو دس گنا اجر ملے گا تو ان کو بیس گنا ملے گا۔ اگر ان کو سات سو گنا اجر ملے گا تو ان کو چودہ سو گنا ملے گا۔ پہلے آدمی کو اس لیے کہ اس نے دو شریعتوں پر عمل کیا۔ پہلی کے وقت بھی اس کی نیت یہ تھی کہ یہ حق ہے میں اس پر ہمیشہ قائم رہوں گا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سامنے

آگئی تو اس پر ایمان لایا۔ پھر اس پر عمل کرتا رہا اور آخر تک کیا۔ دوسرے کو اس لیے کہ اس نے دو مالکوں کی اطاعت کی، ایک حقیقی مالک (اللہ) کی اور دوسرے مجازی مالک کی۔

اور تیسرے کو اس لیے دو گنا اجر ہے کہ لونڈی اسی کی تھی حقوق زوجیت اس کو پہلے بھی حاصل تھے۔ پھر اس نے اس لونڈی کو علم سکھایا، تہذیب سے روشناس کرایا، پھر آزاد کر کے اس کی حیثیت عرفی میں بہت کچھ اضافہ کر دیا۔ پھر خود اس سے شادی کر کے اس کو اس گھر کی مالکہ بنا دیا۔ جس گھر میں وہ صرف ایک خدمت گزار کی حیثیت رکھتی تھی۔“

[مشکوٰۃ مترجم ومہشی، الشیخ محمد اسماعیل سلفی: ۱/۱۲۳، طبع مکتبہ نعمانیہ لاہور بحوالہ ماہنامہ ”الحديث“ حضور ضلع اٹک مارچ ۲۰۰۵ء محرم ۱۴۲۶ء شماره نمبر: ۱۰]



جامعہ محمد بن اسماعیل البخاری الحمد للہ گندھیاں اوتاڑ، تحصیل پٹوکی، ضلع قصور میں

خطبات جمعۃ المبارک

- ۱۳ نومبر..... مناظر اسلام، فضیلۃ الشیخ مولانا محمد حسین ظاہری رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث جامعہ امام بخاری سرگودھا)
۲۰ نومبر..... فضیلۃ الشیخ مولانا محمد ادریس اثری رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث اسلامک ایجوکیشنل انسٹیٹیوٹ، مہنت نوالہ، دیپالپور)
۲۷ نومبر..... مناظر اسلام، فضیلۃ الشیخ مولانا محمد حسین ظاہری رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث جامعہ امام بخاری سرگودھا)
۰۳ دسمبر..... پروفیسر مولانا عبدالرحمن حسن رحمۃ اللہ علیہ (ناظم اعلیٰ دارالحدیث کمپارہ جوال)
۱۱ دسمبر..... مولانا حافظ اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ (خطیب ٹاؤن شپ لاہور) ۱۸ دسمبر..... قاری محمد ادریس ثاقب رحمۃ اللہ علیہ (مدیر جامعہ ہذا)

مستقل خطابت: کے فرائض شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف قصوری رحمۃ اللہ علیہ (مدیر تعلیم جامعہ ہذا سرانجام دیتے ہیں۔)

خطبہ عید الاضحی: حافظ ابو یحییٰ نور پوری رحمۃ اللہ علیہ (نائب مدیر ماہنامہ السنۃ جہلم)

تعارف جامعہ: الحمد للہ! جامعہ محمد بن اسماعیل البخاری اہل حدیث وہ خوش نصیب ادارہ ہے، جس نے بفضل الہی صرف چار سال کے محدود عرصے میں کامیابی کی لائحہ دو منازل طے کر لی ہیں، جن میں سے ایک اس سال صحیح بخاری کی کلاس کا اجراء ہے، وسیع و عریض عمارت کے فقدان اور بہت زیادہ وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود جامعہ ہذا کو بفضل تعالیٰ تمام علوم و فنون، مثلاً قرآن وحدیث، تخریج و تحقیق، صرف و نحو، بلاغت و منطق پر عبور رکھنے والے بہت سی اساتذہ کرام کی ایک مکمل ٹیم موجود ہے، نیز عصری تعلیم کے لیے بھی دینی جذبہ سے کام کرنے والے سلفی العقیدہ والے، بی ایڈ اور ایم۔ اے، بی ایڈ اساتذہ کرام کی خدمات حاصل ہیں۔

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف: آج دینی مدارس کی صورت میں موجود ان اسلامی قلعوں کی حفاظت تمام مسلمانوں کا اجتماعی فریضہ ہے، جامعہ ہذا کی کوئی ذاتی جائیداد یا مستقل ذریعہ آمدن نہیں، لہذا احباب گرامی سے اپیل ہے کہ وہ اس پودے کو تنہا آدر و درخت بنانے کے لیے ہمارے ساتھ بھر پور تعاون فرمائیں، خصوصاً قربانی کے موقع پر جانوروں کی کھالیں جامعہ ہذا کو دے کر غلبہ اسلام کی اس خالص تحریک میں حصہ لیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو! آمین!

رشوت کی تعریف اور اس کے بنیادی ارکان

از: عبد اللہ بن عبد المحسن الطریق ترجمہ: مولانا نصیر احمد ملّی

نہیں ہے۔

دوسری قسم:

شرط کے ساتھ کام کسی کا کام کرنا یا اس کو فائدہ پہنچانا: اگر کوئی ملازم ایسا ہو جو کسی کا کوئی کام اس وقت تک پورا نہیں کرتا جب تک کہ اس کی کوئی خدمت نہ کردی جائے، یا اس کے مفاد کے سلسلے میں کوئی کام انجام نہ دیا جائے، تو از روئے حکم اس کا شمار بھی حرام رشوت میں ہوگا۔ اس لیے کہ ہر آدمی کو اپنی ذمہ داری اور فرض منصبی کے لحاظ سے اپنی ڈیوٹی انجام دینی چاہیے۔ اس کے عوض کسی خدمت یا مفاد کوئی کا دل میں خیال نہیں لانا چاہیے، اور اگر کسی نے دل میں اس قسم کا داعیہ رکھ کر کام کیا تو گویا اس نے خدمت یا اس کا کام انجام دینے کے لیے در پردہ شرط لگائی۔ لہذا معنوی طور پر یہ چیز بھی رشوت میں شامل ہوگی۔

دوسری بحث: روپیہ دینے کے بجائے رشوت لینے والے کو کوئی مالی فائدہ پہنچانا۔

بعض لوگ کھل کر رشوت لینے سے بچتے ہیں۔ اس کے بجائے وہ چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی اور فائدہ پہنچایا جائے، اس میں شک نہیں کہ یہ بھی رشوت ہے اور یہ اسی قسم کا حیلہ ہے، جیسے یہودیوں نے خدا کی طرف سے حرام کی گئی چربی کو اپنی دانست میں حلال کرنے کے لیے اسے پگھلا لیا تھا اس قماش کے مالی مفاد کو نوعیت حسب ذیل ہے۔

قرض دینا:

بعض لوگ سرکاری ملازمین اور مخصوص لوگوں سے فائدہ حاصل کرنے اور من مانی خواہشات کی تکمیل کے لیے انہیں قرض دیتے ہیں۔ اس غرض کے ساتھ بالخصوص کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کے لیے قرض دینا حرام ہے۔ [حاشیہ الرھونہ، ج: ۷، ص: ۳۰۹، ج: ۵، ص: ۲۶۲]

رشوت لینے والے آدمی کا کوئی کام یا اس کی خدمت کر دینا، یا اس کو نفع پہنچانا:

میری نظر میں یہ عنوان دو بحثوں پر منقسم ہے۔ پہلی بحث: رشوت لینے والے کا کوئی کام یا اس کی کوئی خدمت انجام دینا۔ اس بحث کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

ملازم اپنے ذمہ دار کا کام انجام دے، اس کے لیے پہلے سے اس کے کوئی کام کرنے یا اس کی خدمت انجام دینے کا وعدہ نہیں کیا گیا، نہ اس کے لیے کوئی شرط لگائی گئی، میری نظر میں یہ صورت رشوت میں شمار نہ ہوگی، بالخصوص ملازم نے اپنے فرض منصبی کو پورا کر دیا۔ تب اس کا کوئی کام کرنے میں مضائقہ نہیں ہے، کیوں کہ کام انجام پانے، یا خدمت کیے جانے کے بعد اس کا بھی کوئی کام کر دینا احسان اور نیکو کاری کا بہتر بدلہ دینے کی ایک صورت ہے، اگر کوئی آدمی تمہارا کوئی کام کر دے، یا تمہاری کوئی خدمت انجام دے دے تو تمہیں بھی چاہیے کہ جیسا اس نے کیا اپنی طاقت اور مقدرت کے لحاظ سے تم اس سے بہتر بدلہ اسے دو۔ پھر یہ ہدیہ اور جوابی ہدیہ کی طرح ہوا۔

نیز اس قسم کی خدمت انجام دینا، یا اس کا کام کر دینا غیر محسوس اور معنوی چیز ہے۔ اس کی حیثیت مال کی نہیں، نہ کسی مال سے ملتی ہے، جس کا مالیت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، اس لیے یہ اس تحت (حرام) میں شمار نہ ہوگا، جس کی طرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سابقہ قول سے اشارہ ملتا ہے اس لیے یہ ایسا ہے جیسے ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہیں، ایک دوسرے کے مفاد کا تحفظ کرتے ہیں، اور اس میں کوئی مضائقہ

نہیں ہے۔

کوئی چیز عاریہ لینا:

جس شخص سے ہدیہ قبول کرنا حرام ہے۔ اس شخص سے کوئی چیز عاریہ طلب کرنا ملازم کے لیے بھی حرام ہوگا۔

[حاشیہ ابن عابدین، ج: ۵، ص: ۳۷۲]

کیوں کہ عاریہ لینا بھی پرہیز کے لائق چیز ہے۔

[حاشیہ الرھونی، ج: ۷، ص: ۳۱۰]

پھر یہی عاریہ لینا رشوت کا ذریعہ بنتا ہے۔

[کشاف القناع عن متن الاقناع، ج: ۶، ص: ۳۱۷]

کیوں کہ رشوت وہ چیز ہے جس کو آدمی کسی حاکم یا غیر حاکم کو اس لیے دیتا ہے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کرے، یا اس کے حسب منشا اس کا کوئی کام انجام دے۔ [الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ، ص: ۵۶]

اور رشوت کی یہی تعریف عاریہ لینے پر بھی صادق آتی ہے۔ کیوں کہ رشوت صرف اسی کا نام نہیں کہ رشوت طلب کرنے والے کے ہاتھ پر کچھ روپیہ رکھ دیا جائے، بلکہ روپیہ کے بجائے کسی قسم کا نفع پہنچانا بھی رشوت میں شمار ہوتا ہے۔ [کشاف القناع عن متن الاقناع، ج: ۶، ص: ۳۱۷ قدرے تصرف کے ساتھ]

کسی قسم کی رعایت دینا:

مثلاً رہائشی مکانات یا اراضی وغیرہ کو شخص مذکور کے ہاتھوں موجودہ قیمت سے ارزاں قیمت پر فروخت کرنا، یا موجودہ قیمت سے زیادہ قیمت دے کر اس کے ہاتھوں سے خریدنا، یا کسی جائیداد وغیرہ کے کچھ حصص (شیر) بلا عوض اس کے حوالہ کر دینا جن سے آگے چل کر نفع پہنچنے کی امید ہو.....!

اس قسم کے منافع کا موقعہ فراہم کرنا بھی درحقیقت رشوت میں داخل ہے۔ کیوں کہ جو تعریف رشوت کی گئی ان منافع اور مفادات کا شمار بھی اس میں ہوتا ہے۔ پھر رشوت تھا اسی کا نام نہیں کہ رائج الوقت سکے لینے والے کے ہاتھ پر رکھ دیئے جائیں، بلکہ متفرق اشیاء اسباب اور در پردہ لین دین کے تحت محسوب جائیدادوں کا دینا لینا بھی اسی رشوت میں

اس کا ثبوت فضالہ بن عبید سے موقوف سند کے ساتھ منقول روایت ہے جس کو امام بیہقی نے درج کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: ((كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنَفَعَةً فَهُوَ وَجْهٌ مِنْ وَجْهِ الرِّبَا)) ”ہر وہ قرض جو کسی منفعت کا باعث ہو، وہ بھی سود کی ایک شکل ہے۔“

اس روایت کو سنن کبریٰ میں حضرت ابن مسعود، ابی بن کعب عبداللہ بن سلام اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بطریق موقوف نقل کیا گیا ہے۔ حضرت حرث بن ابوسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ قَرْضٍ جَرَّ مَنَفَعَةً)) ”حضور اقدس ﷺ نے ہر ایسے قرض سے منع فرمایا جو نفع کو کھینچ کر لاتا ہو۔“

ایک اور روایت میں ہے:

((كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنَفَعَةً فَهُوَ رِبَا)) ”ہر وہ قرض جو نفع کھینچ لاتا ہو وہ سود ہے۔“

ان آثار و روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا قرض حلال نہیں ہے، جو منفعت بخش ہو۔ [نبیل الاوطار للشوکانی، ج: ۵، ص: ۲۲۶] یہی نہیں بلکہ اس قسم کا لین دین حرام رشوت کے لیے حیلہ سازی کے مترادف ہے، علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”الزوائد من الکبائر“ میں لکھا ہے۔ قرض دینے والے کو جس قرض سے نفع ہو وہ حرام ہے۔ کیوں کہ حقیقت میں وہ سود ہے، اس لیے سود لینے والے کے لیے جس قدر وعیدیں وارد ہیں، سب اس شخص کے لیے بھی وارد ہوں گی۔

[حاشیہ الرھونی، ج: ۵، ص: ۲۶۲]

یہ حکم تو قرض دینے والے کا ہے۔ رہا قرض لینے والا جس نے کسی مصلحت یا مفاد کی ادائیگی کے لیے قرض لینے کی شرط لگا رکھی ہے۔ اس کی حیثیت رشوت لینے والے کی ہوگی اور اسے قرض حاصل کرنا حلال نہیں ہوگا، اس لیے کہ اپنے فرض منصبی کے تحت اپنی ڈیوٹی انجام دینا اس پر پہلے سے فرض ہے اور ڈیوٹی پوری کرنے کے لیے زائد معاوضہ لینا حلال

اسی طرح جن حصص کی قیمت چکانی نہیں گئی، ان کا منافع دینا بھی جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ صرف اس لیے دیا جا رہا ہے تا کہ اس کے عوض کوئی مصلحت یا غرض پوری کی جاسکے اور یہ چیز در پردہ رشوت ہے، جو رشوت لینے کے لیے بطور حیلہ اختیار کی گئی ہے، جب کہ ایسا کرنے والے پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ اسی لیے میری نظر میں جو کوئی اس قسم کی روش اپناتا ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ عزات کا مستحق ہوگا جتنا رشوت لینے والا، رشوت دینے والا، اور نام نہاد رشوت کا واسطہ بننے والا اس کا مستحق ہوتا ہے۔ اس لیے بھی کہ ان کی حیثیت حیلہ گراور چارہ ساز یہودیوں کی سی ہے، جنہوں نے شریعت الہیہ کے خلاف تدبیریں کیں اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جو کوئی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس کا شمار انہیں لوگوں میں ہوتا ہے۔

واسطہ بننا اور وجاہت کی وجہ سے دخل اندازی کرنا:

واسطہ بننے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ با اختیار اور صاحب اقتدار ہوں ان کے اور ضرورت مندوں کے درمیان، سفارش کے لیے دوڑ دھوپ کرنا اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل یا حاجت روائی کے لیے سفارشی بن کر آنا جانا.....!

واسطہ یا سفارشی بننے کی دو قسم ہیں: ایک وہ جو لائق تعریف اور بہتر ہے، اس قسم کی سفارش مستحب اور پسندیدہ ہے۔ یہ وہ سفارش ہے جو عوام کی خدمت انجام دینے اور خدا کو کوش رکھنے کے لیے کی جاتی ہے، یا ایسے کسی کام کی سفارش کے طور پر انجام پاتی ہے جس میں اللہ کی کوئی نافرمانی نہ کی گئی ہو، نہ اس کی کسی حد کو پامال کیا گیا ہو اور نہ کسی حق دار کے حق کو مجروح کیا گیا ہو۔

نیک سفارشات کی مثال وہ بھی ہے جس میں غریبوں کو صدقہ اور خیرات دینے کے لیے مال داروں کو ترغیب دی جائے مصیبت زدہ لوگوں کی امداد و اعانت کی جائے، حاجت مندوں کی حاجت روائی کی جائے، بالخصوص جن لوگوں کا حق ان تک نہ پہنچ سکے، ان کی مدد کی جائے۔ نیک سفارشات کی ایک بہتر صورت یہ بھی ہے کہ قرض داروں کے قرضہ جات میں تخفیف کے لیے کوشش کی جائے، قرض سے اس کو

شامل مانا جاتا ہے۔ جن کا ہیر پھیر خرید و فروخت کی مقررہ شکلوں کے ساتھ عام طور پر نہیں ہوا کرتا یہی وجہ ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ زمانہ میں رشوت کی ان مخفی شکلوں کو در پردہ رشوت کے نام سے سمجھا جاتا ہے۔

چنانچہ جب بھی رشوت لینے والے کو بجائے کچھ روپیہ دینے کے بازار کی قیمت سے کم دام کی کوئی چیز دے دی گئی، تو اسے بطور رشوت کیا اور کتنا ملا؟ یہ جاننے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اس چیز کی موجودہ بازار کے لحاظ سے قیمت نکالوا لی جائے، اب بازار کے دام سے جس قدر کم دام میں اس شخص کی وہ چیز دی گئی، وہی رشوت کی مقدار ہوگی، اس قسم کی ترکیب خرید و فروخت کے اندر اختیار کی جاتی ہے۔ چنانچہ رشوت دینے کے بجائے اس شخص سے کوئی ہلکی پھلکی چیز بازار کے دام سے کہیں زائد دام میں خرید لی جاتی ہے۔ آخر اس قدر زائد دام دینے کی وجہ کیا ہوتی ہے؟ جواب یہ کہ یہ زائد داد و ہش کسی محبت کا نتیجہ تو نہیں ہے۔ پھر اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اس سے کوئی کام لینا چاہتا ہے.....!

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے اس قول ”ہدیہ کا ذکر محض احتیاط کے لیے نہیں کیا گیا، بلکہ جس شخص سے ہدیہ قبول کرنا حرام ہے اس سے قرض لینا اور عاریۃ لینا بھی حرام ہے“ پر رائے زنی کرتے ہوئے کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کے عطیہ اور بخشش بھی حرام ہیں۔

اور اس طرح وہ تحفے جن کے ذریعہ حق اور انصاف سے انحراف لازم آئے وہ بھی حرام ہوں گے، اسی لیے ماہرین کہتے ہیں کہ چیک جتنے کا ہوا اتنے کا ہی لے لو، اس سے زیادہ کا نہ لے، کیوں کہ یہ بھی ایک قسم کا انحراف ہے۔ اسی طرح جو لوگ تحفہ تحائف کو معمولی قیمت دے کر خریدنے کا عمل کرتے ہیں۔ یا چیک کو زائد قیمت پر فروخت کرتے ہیں، ان کا یہ عمل حلال نہیں ہے، اسی طرح لگان یا پیداوار کی ادائیگی کے وقت اس کے عوض دینے والا کوئی دوات، چھری، یا اسی قسم کی کوئی معمولی چیز بھی دیتا ہے، یہ حلال نہیں ہے۔ کیوں کہ جب قرض لینا اور عاریت پر کوئی چیز لینا حرام ہے، تو اس کا لینا بھی بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔

[حاشیہ ابن عابدین، ج: ۵، ص: ۳۷۲]

بری الذمہ قرار دیا جائے یا اس کے قرض کو ادا کر دیا جائے۔

بہر کیف! مباح اور جائز ضرورت مندوں کے لیے سفارش کرنا مستحب ہے، خواہ یہ سفارش کسی سلطان، والی مملکت، منصب دار، یا عام ملازمین کے پاس کی جائے۔ اسی طرح ان سفارشات کی نوعیت خواہ دفع ظلم کے لیے ہو، کسی تعزیر کے ازالے کے لیے ہو، یا کسی محتاج کے لیے مخصوص داد و دہش ہو، یا ایسا کوئی کام ہو جس کو والی اور ملازمین انجام دینے کا خصوصی اختیار رکھتے ہوں، یا اس قسم کی ثالثی عام افراد کے سامنے کی جائے، اور مقصد قرض میں تخفیف یا اس سے سبک دوشی ہو، یا کسی کام میں سہولت پیش نظر ہو، یا کسی خاص کام کی انجام دہی مقصود ہو۔

[صحیح مسلم بشرح النووی، ج: ۱۶، ص: ۱۷۷]

اس سفارش کے مستحب ہونے کی دلیل حسب ذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا﴾

”جو کوئی کسی بات کی سفارش کرے گا، اس کو اس کے ثواب میں

سے ایک حصہ ملے گا۔“ [النساء: ۵۸]

دین کے اندر جن سفارشات کی اجازت ہے ان کے انجام دینے پر اس شخص کو اجر اور ثواب ملے گا جس سفارش کے اندر ثواب ہوتا ہے اس کا انجام دینا بھی مستحب ہے۔ لہذا یہ سفارش بھی مستحب ہوگی، حضرت مجاہد، حسن، اور ابن زید رضی اللہ عنہ کا قول ہے، یہ سفارشات لوگوں کے باہمی امور سے متعلق ہے جو وہ اپنی ضروریات کی بابت ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ [الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ج: ۵، ص: ۲۹۵]

آیت کا سیاق و سباق اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ چنانچہ پس منظر میں عام مومنین کو جنگ کے لیے ترغیب دی گئی اور سستی اور کاہلی کرنے والوں کو نصیحت کی گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے سفارش کا ایک عام ضابطہ پیش فرمایا، اس کے علاوہ یہ آیتیں، ہدایت، ہند و معظمت اور تعاون پر مبنی ہیں۔ بنا بریں جو شخص دلیر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے مرنے کے لیے دوسروں کو آمادہ کرتا ہے، اس دعوت میں اس کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں عمومی حیثیت اور بنیادی بات ہر نیک سفارش کے اندر ہوتی ہے اور قرآن پاک کا مخصوص اسلوب یہی ہے کہ مخصوص

حالات سے عام ضابطے پیدا کرتا ہے، جزوی واقعات سے قاعدہ کلیہ وضع کرتا ہے اور انفرادی احوال کا سرا اسی عام ضابطہ سے جوڑ دیتا ہے۔

[تفسیر فی ظلال القرآن، ج: ۵، ص: ۱۷۴]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے شیخین (بخاری و مسلم) نے یہ روایت کی ہے۔ الفاظ امام مسلم رحمہ اللہ کے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی ضرورت مند آتا تو آپ حاضرین صحابہ کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے:

((اشفعوا فلتوجروا وليقض الله على لسان نبيه ما

احب)) [فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: ۱۳،

ص: ۵۹۰]

”سفارش کیا کرو، تمہیں اس کا اجر ملے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے وہی کچھ نکلواتا ہے جو وہ پسند فرماتا ہے۔“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کا حکم فرمایا، اس کے لیے ترغیب دلائی اور یہ بتایا کہ سفارش کرنے پر اجر ملا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفارش کرنا مستحب ہے۔

لیکن اس حدیث سے عام سفارش کی اجازت نہیں ملتی بلکہ خاص خاص سفارشات کی اجازت ہی دستیاب ہوتی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ نیک سفارشات کرنا جائز ہے، جس کی شریعت اجازت دیتی ہے اور جن سفارشات کی اجازت نہیں، ان کا کرنا بھی جائز نہیں، قرآن پاک سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

[فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: ۱۵، ص: ۱۰۰]

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا:

((لَا تَشْفَعُ فِي حَدِّ))

”یعنی کسی حد کے سلسلے میں سفارش مت کرو۔“

اور اسامہ رضی اللہ عنہ جس کسی کی سفارش کرتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قبول فرماتے، اس روایت کو ابن سعد نے ذکر کیا۔

[فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: ۱۵، ص: ۱۰۰]

حضور ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو حدود کے سلسلے میں سفارش کرنے سے منع فرمادیا، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر حدود میں سفارش کی جاسکتی ہے۔ پھر حضور ﷺ کا ان سفارشات کو سماعت فرمانا، ان کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرماتے ہیں: (میرے والد) عبداللہ (احد میں) شہید ہو گئے، انہوں نے کچھ اولاد چھوڑی اور کچھ قرض ادا کرنے کے لیے چھوڑا میں نے قرض خواہوں سے کچھ قرض معاف کرنے کی درخواست کی، انہوں نے قبول نہیں کیا۔ میں نبی ﷺ کے پاس آیا، میں نے ان کی بابت آپ سے سفارش کرائی، مگر انہوں نے نہیں مانا، تب آپ نے فرمایا کہ تم اپنے چھوہاروں کی ہر قسم کو الگ الگ رکھنا عنق ابن زید الگ، لین الگ، اور عجوہ الگ رکھنا۔ پھر ان لوگوں کو حاضر کرنا یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آ جاؤں، میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ تشریف لائے، اور وہاں بیٹھ گئے اور ہر شخص کو آپ نے ناپ کر دینا شروع کیا، یہاں تک کہ آپ نے پورا پورا قرض ادا کر دیا، اور کھجور اتنی ہی رہی جیسے ان کو چھو بھی نہیں گیا۔ اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ [فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: ۱۵، ص: ۴۶۴]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا سفارش کے لیے آپ کے پاس آنا اور حضور ﷺ کا سفارش قبول کرنا سفارش کے جائز ہونے کی علامت ہے۔ وار قطنی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((اَشْفَعُوا مَا كُمْ يَصِلُ إِلَى الْوَالِي))
”معاملہ جب تک حاکم تک نہ پہنچے تم سفارش کر دو۔“

[نبیل الاوطار، ج: ۷، ص: ۱۱۴]
حد کے سلسلے میں مقدمہ جب تک حاکم کی عدالت میں نہ پہنچے اس کی سفارش کا حکم دینا اس کی دلیل ہے کہ اس قسم کی سفارش کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ اس کے اندر محصیت نہ ہو۔

ترمذی کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے حضرت کعب بن

مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مسجد میں حضرت کعب بن حدرؤ سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا، یہ قرض پہلے سے ان کے ذمہ باقی تھا، دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں، یہاں تک کہ نبی ﷺ نے گھر میں رہتے ہوئے ان کی آوازیں سن لیں، آپ حجرہ کا پردہ اٹھا کر باہر تشریف لائے، آپ نے پکارا کعب (بن مالک)! انہوں نے جواب دیا، اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنا کچھ قرض کم کر دو، آپ نے آدھے کا اشارہ کیا، انہوں نے جواب دیا، اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے کم کر دیا، پھر آپ نے ان (ابن حدرؤ) کو اشارہ کیا کہ اٹھو اور جا کر اس کو قرض ادا کرو۔“ [نبیل الاوطار، ج: ۸، ص: ۲۸۷]

آپ نے دونوں فریق کے درمیان ثالثی اختیار فرمائی، پھر قرض خواہ سے یہ چاہا کہ وہ قرض میں کچھ کم کر دے، اسی طرح قرض دار کو جلد ادائیگی کے لیے کہا، اس سے بھی سفارش کے جواز کا پتا چلتا ہے۔

پھر اس روایت سے اس قسم کی سفارش کا جواز ہی نہیں بلکہ اس کے مستحب ہونے کا بھی علم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم فرمایا، اور اس سفارش کو کمر قبول فرمایا: نیز اس لیے بھی کہ سفارش کرنے والے کو اس کی سفارشات پر اجر ملتا ہے۔ [فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: ۱۳، ص: ۵۹]

اور اس کا یہ ثواب اس وقت تک جاری ہوتا ہے، جب تک اس سفارش کا فائدہ شخص مذکور ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

[تفسیر الطبری، ج: ۸، ص: ۵۸۱]
آیت شریفہ، اور حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہی ثابت ہوتا ہے، علاوہ ازیں اگر سفارش کرنے والے کی سفارش قبول نہ بھی کی جائے تب بھی وہ اجر و ثواب سے محروم نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ قرآن پاک میں یہ ارشاد ہے کہ ”مَنْ يَشْفَعُ“ جس نے سفارش کی۔“ یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ”مَنْ يَشْفَعُ“ جس کی سفارش قبول کی جائے۔ [الجامع لاحکام

القرآن للقرطبی، ج: ۵، ص: ۲۹۵]

ثالث بننے کی دوسری قسم:

ثالث بننے کی دوسری قسم یا پسندیدہ اور حرام ہے۔ جیسے رشوت

فاطمہ بنت محمد ﷺ نے بھی چوری کی ہوتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کٹوا دیتا۔“ [تلخیص از فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: ۱۵، ص: ۹۳] حدود کے سلسلے میں حضور ﷺ کا اسامہ رضی اللہ عنہ کی سفارش سے انکار کرنا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے، اس لیے کہ شریعت نے ان امور کی سفارش کی کسی صورت اجازت نہیں دی ہے۔

۳..... حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: ((لَا تَشْفَعُ فِي حَدِّ)) [فتح الباری، ج: ۱۵، ص: ۱۰۰] ”کسی حد کے بارے میں سفارش مت کرو۔“

حد کے سلسلے میں حضور ﷺ کا سفارش سے منع کرنا، اس معاملے میں سفارش کے حرام ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن یہ حکم اسی میں ہے جب کہ مقدمہ والی کے سامنے پیش ہو جائے اس لیے کہ دارقطنی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ

((اِشْفَعُوا مَا لَمْ يَصِلْ إِلَى الْوَالِي فَإِذَا وَصَلَ إِلَى الْوَالِي فَعَفَا فَلَا عَفَا لِلَّهِ عَنْهُ))

”جب تک معاملہ والی کے سامنے پیش نہ ہو اس وقت تک سفارش کرو اور جب والی تک بات پہنچ جائے اور وہ معاف کر دے تو خدا اسے ہرگز معاف نہیں کرے گا۔“

طبرانی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا بَلَغَ الْحَدُّ الْإِمَامَ فَلَعَنَ اللَّهُ الشَّافِعَ وَالْمُشَفَّعَ)) [نبیل الاوطار، ج: ۷، ص: ۱۱۴]

”جب حد کا مقدمہ امام کے سامنے پیش ہو جائے تو سفارش کرنے والے اور سفارش سننے والے دونوں پر خدا کی لعنت ہو۔“

۴..... امام احمد رضی اللہ عنہ اور ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدِّ مَنْ حُدِّدَ اللَّهُ فَهُوَ مُضَاهٍ لِلَّهِ فِي أَمْرِهِ)) [نبیل الاوطار، ج: ۷، ص: ۱۱۳]

ستانی کے لیے کسی دنیاوی غرض کے لیے [مجلۃ الوعي الاسلامی، شمارہ: ۱۲۳، ص: ۸۳] یا گناہ کے کسی کام کے لیے ثالث بننا یا حد واجب ہونے کے بعد اس کے دفعیہ کے لیے ثالث بننا [احکام القرآن لابن العربی، ج: ۱، ص: ۴۶۳] یا کسی باطل کام کی تکمیل یا دوسرے حق دار [صحیح مسلم بشرح النووی، ج: ۱۶، ص: ۱۷۷] کو اس کے حق سے محروم کر دینے کے لیے ثالث بننا یا جو شخص آگے کیے جانے کے لائق نہیں اس کو مقدم کرنے کے لیے ثالث بننا یا جو موخر کیے جانے کے لائق نہیں اس کے حق کو پیچھے ڈالنے کے لیے ثالث بننا، یا اس کو سرے سے محروم کر دینے کے لیے ثالث بننا وغیرہ یہ ثالثی اس لیے حرام ہے کہ اس سے امت اور جملہ افراد کا مفاد مجروح ہوتا ہے، اور نافرمانی عام ہوتی ہے، جب کہ شریعت نے ہرگز اس کی اجازت نہیں دی ہے۔

اس نوعیت کی ثالثی حرام ہونے کی دلیلیں حسب ذیل ہیں:

①..... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا ﴾ [النساء:

[۸۵]

”اور جو شخص بری بات کی سفارش کرے، تو اس (کے عذاب) میں اس کا حصہ ہوگا اور اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔“

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے اس نوعیت کی ثالثی کرنے والا جھوٹا ہوتا ہے اور گناہ ایسے ہی کاموں پر ہوتا ہے، جو حرام ہوں، اس لیے بری سفارش حرام ہوگی۔

②..... امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں کہ قریش کو اس مخزومی عورت کے معاملہ نے سخت اضطراب میں مبتلا کر رکھا تھا، جس نے چوری کر لی تھی۔ انہوں نے آپس میں طے کیا کہ اس معاملہ میں حضور ﷺ کے چہیتے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی نہیں جو حضور سے کچھ کہنے کی جسارت کر سکتا ہے، بالآخر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سامنے لب کشائی کی حضور ﷺ نے فرمایا:

((أَتَشْفَعُ فِي حَدِّ مَنْ حُدِّدَ اللَّهُ وَأَيُّمُ اللَّهُ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ۖ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا))

”کیا تم اللہ کی ایک حد میں سفارش کر رہے ہو، خدا کی قسم اگر

[۱۴۳]

”جس کی سفارش اللہ کی کسی حد کے بیچ میں حائل ہو جائے، وہ امر الہی میں اللہ کا مقابل بننے جا رہا ہے۔“

اللہ کے رسول ﷺ نے حدود الہیہ میں سفارش کرنے والے کو حکم خداوندی میں مد مقابل بننے والا قرار دیا ہے۔ حالاں کہ خدا کا مقابل بننا حرام ہے۔ اس لیے حدود میں سفارش کرنا بھی حرام ہوگا اور خدا کی کسی بھی معصیت میں سفارش کرنے والے کا حکم ہوگا۔

گزشتہ سطروں سے پتا چلا کہ آیت کریمہ اس سفارش کے گناہ کو واضح کرتی ہے جس کی سفارش سے حرام کام کا راستہ کھلتا ہے، اور وہ جھوٹ فساد گناہوں سے گراں بار ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ دستور ساز حقیقی سے بغاوت کا مرتکب ہوتا ہے اور یہ سب چیزیں ہمیں اس بات کی طرف آمادہ کرتی ہیں کہ ہم واسطہ اور ثالث بننے کو اپنے کاموں کی انجام دہی اور اس میں سہولت پیدا کرنے کا ذریعہ نہ بنائیں۔ ہمیں اپنے خویش واقارب اور دوستوں کے اکرام کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے کے کاموں میں ہم بگاڑ پیدا کر دیں بلکہ لوگوں کی بنیادی ضرورتوں کا پورا کرنا بھی وقت کی ایک ضرورت ہوتی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سچائی کے ساتھ کاموں اور ذمہ داریوں کی انجام دہی کی توفیق بخشے، تو ہم اور بہترے افراد اپنی ذمہ داریوں کو انجام دے لیں۔ لیکن جب ذمہ دار افراد اپنی ذمہ داریوں کو پوری کرنے میں سستی سے کام لیتے ہیں تو لوگ بے چین ہو کر چلا اٹھتے ہیں۔ اور دائیں بائیں ایسے لوگوں کی جستجو کرتے ہیں، جو عہدیداروں کے پاس ان کی سفارش کریں، ان کی ضرورتوں اور مشکلات کو حل کرنے کے لیے درمیانی کڑی بننے کا کام کریں۔

جس شخص کے لیے کسی کام کی سفارش کسی عہدیدار کے سامنے کی جاتی ہے، آخر اس عہدیدار کو اس کام کرنے کے لیے کون سی چیز اس کی سہولت ہے۔ یہ غیروں کی سفارشات ہی تو ہوتی ہیں انہیں چیزوں کے ذریعہ عہدیدار کے اوپر وزن پڑتا ہے، اور حاجت مند آدمی کو قوت اور طاقت آ جاتی ہے جس سے سفارش سے پیشتر وہ محروم تھا۔ عہدیدار اس دباؤ اور

وزن سے اسی لیے متاثر ہوا ہے کہ پہلے سے وہ لوگوں کی حاجتوں اور باری تعالیٰ کی اس کے اوپر نگرانی سے غافل تھا، وہ بھول گیا تھا کہ ہر گھڑی ہر آن اور ہر نشیب و فراز پر باری تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

بہت سے حاجت مند ایسے بھی ہیں جو درمیان کی ان کڑیوں اور بیچ کے ان سفارشیوں تک رسائی نہیں پاتے، ان کی اس کوتاہ دہی اور محرومی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے مفاد مجروح ہوتے ہیں، یا ان کے کام معطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ پھر اگر خدا کو منظور ہوتا ہے تو وہ ان کے سامنے مقصد برآری کی کوئی صورت پیدا فرماتا ہے۔ ہم سفارش کرنے والوں کو سر دست کچھ کہنا نہیں چاہتے، بلکہ اگر وہ ہمدردی اور دوسروں کی رہنمائی کے لیے کوشاں ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور اجر دے گا۔ لیکن ہم نہایت صفائی کے ساتھ ان عہدیداروں سے کہیں گے جن کے پاس سفارشات اس لیے پہنچتی ہیں کہ پہلے سے وہ اپنے کاموں میں غفلت اور لاپرواہی برتتے ہیں اور جب وہ ڈیوٹی پر پہنچتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے پروردگار کی ان پر کڑی نگرانی ہے اور خدا ہمہ وقت انہیں دیکھ رہا ہے۔

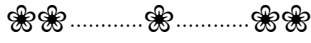
ہم دوبارہ عرض کریں گے کہ اگر ہم نے صدق احساس، جذبہ اخلاص، اور دردمندی سے اپنی ڈیوٹی کو پورا کیا۔ سب سے پہلے خدا کے سامنے پھر اپنے حکام کے سامنے جواب دہی کے دلی احساس کے ساتھ اگر ہم نے اپنے فرائض کو انجام دینا شروع کیا تو کوئی حاجت مند درمیان کی ان چھپی ہوئی کڑیوں کو ڈھونڈنے کے لیے نہیں نکلے گا، نہ ہی کوئی سفارشی بڑھ کر کسی عہدیدار کے سامنے اس لیے سفارش کرتا پھرے گا کہ اس کے پسندیدہ آدمی کا کام چل پڑے اور پھر سفارشات اور کاناپھوسی کا وہ رواج نہ ہوگا جس سے آج ہم چاروں طرف سے اس طرح بندھے ہوئے ہیں جیسے ہم اور ہمارے عہدیدار ان سفارشات کے گردی ہیں اور ان کے بغیر ایک قدم آگے بڑھنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔

مسئلہ:

کسی عہدہ کے حصول کے لیے سفارش کرنا یا کسی منصب کو سفارش کے ذریعہ طلب کرنا حلال نہیں ہے۔ [فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۴۵۵]

سامنے ثالثی کی جائے، ہر دو فرد خدا کے نزدیک ماجر ہوں گے، بشرطیکہ سفارش پر بخوبی عمل کیا جائے۔

رہی حرام سفارش تو وہ بھی رشوت کے حکم میں نہیں، اس لیے رشوت کی تعریف اور اس کے اجزاء اس پر صادق نہیں آتے، البتہ اس کی حرمت دوسری ایسی دلیلوں سے ضرور ثابت ہے جو رشوت کو حرام کرنے والی سابقہ دلیلوں کے علاوہ ہیں۔



رشتوں کے خواہش مند حضرات

اسلامی و دینی رشتوں کے خواہش مند حضرات اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے رشتے کے لیے ہم سے رابطہ کریں۔

رابطہ شام ۴ بجے تا ۹ بجے رات

[حکیم حافظ صفی اللہ ساجد، میاں محمد داخانہ نزدیم پیر شاہدرہ ٹاؤن، لاہور۔

فون: 0321-4530792]

اور جس شخص کو سفارش کے ذریعہ عہدہ قضا ملے اور وہ کسی اختلافی مسئلہ میں اپنا فیصلہ نافذ کرے، پھر وہ مقدمہ کسی اور قاضی کی عدالت میں پیش ہو، تو اگر اس قاضی کی رائے سے یہ مسئلہ میل کھاتا ہو۔ تو اسے چاہیے کہ اس کو نافذ کر دے، اور اگر اس کی رائے کے خلاف ہو تو اسے قلم زد اور باطل قرار دے، جیسے ثالث کے فیصلہ کا بھی یہی حکم ہے۔

[الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۳، ص: ۲۱۴]

اور صحیح یہ ہے کہ جو شخص بذریعہ سفارش منصب قضا پر فائز ہو اور جو کسی سفارش کے بغیر محض اپنی صوابدید پر قاضی ہے، اجتہادی مسائل میں ہر دو کے فیصلے نافذ العمل ہوں گے۔

[ایضاً فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۴۵۵]

گزشتہ سطروں سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ ثالث بننا رشوت کی طرح نہیں، کیوں کہ ثالث بننے والے کے لیے یہ عمل حرام نہیں ہے، نہ ہی جس کے سامنے ثالثی پیش ہو اس کو اس کا سننا ضروری ہے، بلکہ اگر کسی مباح عمل کے لیے ثالثی کی جائے تو ثالث اور جس کے

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور

نرخ نامہ اشتہارات فی اشاعت

- ④..... نصف صفحہ نیوز 750 روپے
⑤..... چوتھائی صفحہ نیوز 400 روپے
⑥..... عام چھوٹے اشتہارات 300 روپے

- ①..... آخری صفحہ ٹائٹل 2400 روپے
②..... اندرون صفحہ ٹائٹل 1800 روپے
③..... فل صفحہ نیوز 1400 روپے

..... ”الاعتصام“ میں اشتہار لگوائیں اور اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ اشتہار خوش خط، مختصر اور معاوضہ ہمارا ارسال کریں۔
..... مسلسل اشاعت (کم از کم 6 ماہ 20 فی صد خصوصی رعایت۔ ”الاعتصام“ سے تعاون آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

رابطہ کے لیے: دفتر ہفت روزہ الاعتصام شیش محل روڈ، لاہور، فون: ۰۴۲-۷۳۵۴۲۰۶

مرزا قادیانی کی تحریک کا سیاسی پس منظر، کردار اور عقیدہ ختم نبوت

مولانا مفتی عبداللہ خاں عقیف

جماعت یا فرد کی بڑھتی ہوئی جارحیت پر قدغن لگانے کے لیے حسب ذیل امور کے جواز یا وجوب کی شرعاً کوئی صورت ہے کہ
(الف) امت اسلامیہ اس فرد یا جماعت کے ساتھ برادرانہ تعلقات منقطع کرے۔

(ب) ان سے سلام و کلام، میل و جول، نشست و برخاست، شادی و غنی میں شرکت نہ کی جائے۔ بلکہ معاشرتی سطح پر ان سے مکمل طور پر قطع تعلق کر لیا جائے۔

(ج) ان سے تجارت، لین دین اور خرید و فروخت کی جائے یا نہیں؟

(د) ان کے کارخانوں اور فیکٹریوں سے مال خریدا جائے، یا ان کا مکمل اقتصادی مقاطعہ (بائی کاٹ) کیا جائے۔

(ه) ان کی تعلیم گاہوں، ہوٹلوں، ریسٹورانوں میں جانا جائز ہے یا نہیں؟

(و) ان سے رواداری برتی جائے یا نہیں؟

(ذ) ان کے کارخانوں اور فیکٹریوں کی مصنوعات استعمال کی جائیں یا نہیں؟ غرض ان سے مکمل بائی کاٹ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ کیا تمام مسلمانوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ انہیں راہ راست پر لانے کے لیے ان کا بائی کاٹ کریں۔ جب کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ اصلاح موجود نہ ہو۔

افتونا ماجورین، واللہ سبحانہ یجزل لکم الاجر

والثواب - وهو المسئول الملهم للحق والصواب -

[المستفتی مرکز سراجیہ، لاہور]

جواب: الحمد لله الذی انزل علی عبدہ الكتاب قیماً

بلا اعواج وجعله عصمة لمن تمسك به واعتمد عليه

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و فہم اللہ للصواب حسب ذیل مسئلہ میں کوئی شخص یا جماعت کسی مدعی نبوت کا ذبہ پر ایمان لانے کی وجہ باقائے امت دائرۃ اسلام سے خارج ہوا اور ان کا کفر یقینی اور شک و شبہ سے بالاتر ہو۔ اس کے علاوہ ان میں حسب ذیل وجوہ بھی موجود ہوں۔

①..... وہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہوں اور تمام عالم اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوں۔

②..... مسلمانوں کو جانی و مالی ہر طرح کی ایذا پہنچانے میں تا مقدر کوتاہی نہ کرتے ہوں۔

③..... ان کی مادی قوت اور مالی وسائل میں روز افزوں ترقی کا تمام تر انحصار مسلمانوں کے استحصال پر ہوا اور وہ سیاسی و اقتصادی وسائل پر قابض ہونے کی کوشش کر رہے ہوں۔

④..... ان کی سیاسی و عسکری تنظیمیں موجود ہوں اور ان کی زیر زمین سرگرمیاں تمام ملت اسلامیہ کے لیے بین الاقوامی سطح پر عظیم خطرہ ہوں۔

⑤..... دشمن اسلام بیرونی طاقتوں، یہودی اور مسیحی حکومتوں اور ہندوستان کی اسلام دشمن قوت سے ان کے قوی روابط ہوں۔ بلکہ ان کی وجہ سے ایک اسلامی مملکت کو بغاوت و انقلاب کے خطرات تک لاحق ہوں۔

⑥..... حکومت یا حکومت کی سطح پر یہ توقع نہ ہو کہ اس فتنہ سے ملک و ملت کو بچانے کی کوئی تدبیر کی جائے گی اور یہ امید نہ ہو کہ جس شرعی سزا کے وہ مستحق ہیں وہ ان پر جاری ہو سکے گی۔ اندریں حالات بے بس مسلمانوں کو اس فتنہ کی روک تھام کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ اس سلسلہ میں شرعی طور پر ان پر کیا فریضہ عائد ہوتا ہے؟ کیا ان حالات میں اس

فی الاحتجاج واجب فیہ مقاطعة اهل الکفر
والشرك بايضاح الشرعة والمنهاج والصلوة
والسلام الاتمان الاکملان علی خاتم النبیین
والمرسلین محمد الذی مزق اللہ ظلام الکفر
والشرك بما معه من السراج وعلی آله واصحابه
الذین جاهدوا اهل الکفر والزندقه وباینوهم من غیر
امتزاج - اما بعد!

الجواب بعون اللہ الملک الفتاح الوهاب منه الصدق
ولصواب :

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر ہندوستان میں برٹش سامراج
کے خلاف شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ متوفی ۱۷۵۰ء کی مسلسل جدوجہد رواں
دواں تھی اور اس کے نتیجے میں ۱۷۵۷ء کی جنگ آزادی میں استخلاص وطن
کے جسور و غیور پرانوں اور مجاہدین نے اسلامی حمیت کا ایسا فقید المثال
جوش و خروش دکھلایا کہ برٹش سامراج سٹ پٹا کر رہ گیا اور اسے اپنے
تاریک مستقبل کے لالے پڑ گئے اور اس جنگ آزادی کے اسباب
سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ چنانچہ دس سال کی تحقیق کے بعد اہل حدیث کے
ازلی دشمن ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے برٹش حکومت کو یہ رپورٹ پیش کی کہ
ہندوستان میں ہماری بغاوت کے پس پشت ایسے علماء کام کر رہے ہیں جو
عام مسلمانوں کی روش سے ہٹ کر اپنے پیغمبر محمد ﷺ کے طریق پر چلنے
والے ہیں اور عام لوگ ان کو وہابی کہتے ہیں اور میرے نزدیک وہابی اور
باغی دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔ ہماری حکومت کو چاہیے کہ ان علماء کے اثر
کو ختم کرنے کے لیے اقدام کرے۔

بقول ہمارے انڈین مسلمان مترجم صادق علی صاحب ڈاکٹر ہنٹر
کے اس مشورہ کے بعد برٹش سامراج نے اپنے مستقبل کے تحفظ کے لیے
ان علمائے کرام اور ملت اسلامیہ کے خلاف کئی سازشیں تیار کیں۔ منجملہ
ان کے ایک یہ قادیانی فتنہ ہے۔ مرزا قادیانی نے ملت اسلامیہ اور
مسلمانان عالم کے خلاف برطانوی سامراج کے استحکام اور دوام کے
لیے اپنی ساری قلمی، فکری، مالی اور سیاسی توانائیاں بتدریج وقف کر دیں۔
برٹش سامراج کو اپنی وفاداری اور اخلاص کا یقین دلانے کے لیے نہ

صرف جہاد کے نسخ کا دعویٰ کر دیا، بلکہ سلف و خلف کے اجماعی عقیدہ ختم
نبوت پر ڈاکہ ڈالنے سے گریز تک نہ کیا۔ مرزا قادیانی برٹش استعمار کے
استحکام اور دوام کے لیے کس قدر بے تاب، انتھک، مخلص، پر جوش،
وفادار تھا، ملاحظہ فرمائیے:

(۱)..... اخلاص اور پر جوش وفاداری:

۱۸۹۸ء کو اپنی وفاداری کا یقین دلانے کو گورنر کوچھی بھجوائی جس
میں لکھا میری اس درخواست سے جو حضور (لیفٹیننٹ گورنر) کی خدمت
میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان
خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض
صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی
کے لیے کی ہیں عنایت خاصہ کا مستحق ہوں۔ صرف التماس یہ ہے کہ سرکار
دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربہ
سے ایک وفادار، جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے، جس کی نسبت
گورنمنٹ عالیہ کے ہاں معزز احکام نے ہمیشہ مستحکم رائے اپنی چھٹیا
میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے کچے خیر خواہ اور
خدمت گزار ہیں، اس خود کاشنہ پودے کی نسبت نہایت حزم و احتیاط
سے کام لے۔ مذکورہ چھٹی میں مزید لکھتے ہیں: یہ (جماعت احمدیہ) ایک
ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل
کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہے۔ [تبلیغ رسالت، ج: ۷]

(۲)..... گورنمنٹ سے وفاداری:

مرزا صاحب لکھتے ہیں: میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام
مسلمانوں میں سے اول درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔ کیوں
کہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اول درجہ پر بنادیا ہے۔ اول والد
صاحب کے اثر نے، دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے، تیسرے
خدا کی الہام، میں اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس گورنمنٹ محسنہ کی خیر
خواہی اور ہمدردی میں مجھے زیادتی ہے یا میرے والد کو۔

[عاجز اندہ درخواست، ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء]

(۳)..... گورنمنٹ انگریزی کی حمایت:

اسلامی جہاد جو کہ تبلیغ اسلام اور اسلامی ریاست کی حفاظت کا

ضامن اور اس کی توسیع کا باعث ہے، کے خلاف اپنی سعی نامشکور کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں: میں صد ہا کتا میں جہاد کے مخالف تحریک کر کے عرب اور مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں گورنمنٹ انگریزی کی تائید میں شائع کیں۔ باوجود اس کے میری یہ خواہش نہیں کہ اس خدمت گزاری کی گورنمنٹ کو اطلاع دوں یا اس سے کچھ صلہ مانگوں۔ [تبلیغ رسالت، ج: ۴، ص: ۳۶]

(۴)..... قادیانی تحریک کی ڈھال:

فی الواقع گورنمنٹ برطانیہ ایک ڈھال ہے جس کے نیچے احمدی جماعت آگے ہی آگے بڑھتی جا رہی ہے۔ جہاں جہاں اس گورنمنٹ کی حکومت پھیلتی جا رہی ہے، ہمارے لیے تبلیغ کا ایک میدان نکلتا ہے۔

[قادیانی آرگن الفضل، ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء]

(۵)..... نہ مکہ میں نہ مدینہ میں:

مرزا صاحب کا وضاحتی بیان: میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں نہ شام میں، نہ ایران میں نہ کابل میں، مگر اس گورنمنٹ میں، جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں۔

[تبلیغ رسالت، ج: ۶، ص: ۹۶]

(۶)..... یک جان دو قالب:

خلیفہ قادیان کا وضاحتی بیان: سلسلہ احمدی کا گورنمنٹ برطانیہ سے جو تعلق ہے وہ باقی تمام جماعتوں سے نرالا ہے، ہمارے حالات اس قسم کے ہیں کہ گورنمنٹ اور ہمارے فوائد ایک ہو گئے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ہمیں بھی آگے بڑھنے کا موقع ملتا ہے اور اس کو اگر خدا نخواستہ کوئی نقصان پہنچے تو اس صدمہ سے ہم بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔ [الفضل، ۲۷ جولائی ۱۹۱۸ء]

گویا

کون کہتا ہے ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی
مجاہدین ۱۸۵۷ء کے خلاف مرزا صاحب یوں زہرا گتے ہیں:
جب ۱۸۵۷ء کے سوانح کو دیکھتے ہیں اور اس زمانہ کے مولویوں کے

فتوؤں کو دیکھتے ہیں جنہوں نے عام طور پر مہریں لگا دی تھیں، جو انگریزوں کو قتل کر دینا چاہتے تھے، تو ہم بجز ندامت میں ڈوب جاتے ہیں کہ یہ کیسے مولوی تھے اور کیسے ان کے فتوے تھے، جن میں نہ رحم تھا، نہ عقل تھی، نہ اخلاق تھا نہ انصاف، ان لوگوں نے چوروں اور قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کرنا شروع کیا اور اس کا نام جہاد رکھا۔ بلاشبہ ہم یہ داغ مسلمانوں خاص کر اپنے مولویوں کی پیشانی سے دھو نہیں سکتے کہ وہ مذہب کے پردہ میں ایک عظیم گناہ کے مرتکب ہوئے جس کی ہم کسی قوم کی تاریخ میں نظیر نہیں دیکھتے۔

[ازالہ اوہام، ص: ۳۹۰، ۳۹۱]

(۷)..... غلام مرتضیٰ کا کردار:

مرزا غلام احمد قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے خلاف انگریزی حکومت کو پچاس گھڑسوار بطور امداد پیش کیے تھے۔ [تحفہ قیصریہ، ص: ۱۲]

(۸)..... ڈھال اور تلوار:

قادیانی آرگن الفضل کے حوالہ سے ص: ۲ پر ڈھال کا ذکر آچکا ہے۔ اب تلوار کا حوالہ پڑھیے: جب انگریزی افواج نے عراق پر حملہ کیا تو مرزے کے بیٹے اور خلیفہ بشیر الدین محمود نے اس خوشی میں بیان دیا کہ عام علمائے اسلام ہم کو طعنہ دیتے ہیں کہ ہم انگریزی حکومت کا تعاون کرتے اور اس کی فتح پر خوشی مناتے ہیں۔ ہم کیوں نہ خوشی منائیں، ہمارے امام (مرزا قادیانی) نے فرما رکھا ہے کہ میں مہدی ہوں اور حکومت برطانیہ میری تلوار ہے۔ اس لیے ہم خوشی منانے میں حق بجانب ہیں، ہم اس تلوار کی عراق میں چمک دمک دیکھنا پسند کرتے ہیں، ہم چاہتے ہیں اس طرح ملک شام اور ہر جگہ تلوار چمکتی دکھائی دے۔ اللہ تعالیٰ نے برطانوی حکومت کی تائید و نصرت میں فرشتے نازل کر دیے۔

[الفضل، ۷ دسمبر ۱۹۱۸ء]

علامہ احسان الہی ظہیر شہید رحمہ اللہ، متوفی ۳ مارچ ۱۹۸۷ء اور علامہ اختر کے مطابق قادیانی تحریک برصغیر پاک و ہند میں انگریزی استعمار کی سرپرستی میں شروع ہوئی اور اس کی شہہ پر جھوٹی نبوت کا کھڑا رکچایا۔ انگریزی حکومت نے اسے ہر طرح کا تحفظ دیا اور اس کے سایہ عاطفت

عقیدہ ختم نبوت:

عقیدہ ختم نبوت تمام عالم اسلام میں مسلمہ، مصدقہ اور اجماعی عقیدہ ہے اس عقیدہ پر کسی جہت سے یا تاویل میں نقب لگانا اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ بدترین عناد اور سخت ترین عداوت ہے اور یہ وہ عقیدہ ہے جو قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ سے ثابت ہے اور ان میں کسی تاویل کی سرے سے کوئی گنجائش نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں نص جلی ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾
 ”محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور ختم کرنے والے انبیوں کا اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“ [الاحزاب: ۴۰]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفسیر یوں ارقام فرماتے ہیں:

فَهَذَا الْآيَةُ نَصٌّ فِي أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ فَلَا رَسُولَ بِالطَّرِيقِ الْأُولَى لَان مَقَامَ الرِّسَالَةِ أَخْصُ مِنْ مَقَامِ النُّبُوَّةِ فَإِنَّ كُلَّ رَسُولٍ نَبِيٌّ وَلَا يَنْعَكِسُ وَبِذَلِكَ وَرَدَتْ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ حَدِيثِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ۔

[تفسیر ابن کثیر، ج: ۳، ص: ۵۰۹]

”یہ آیت اس عقیدہ ختم نبوت میں نص صریح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جب کسی نئے نبی کا امکان نہیں تو رسول بطریق الاولی والاخری نہیں آئے گا۔ کیوں کہ مقام رسالت بہ نسبت مقام نبوت کے اخص ہے صحابہ کی ایک جماعت سے مروی احادیث متواترہ اسی معنی کو ثابت کر رہی ہیں۔“

اعتراض: خاتم تا کی زبرد کی وجہ سے مہر کے معنی میں ہے۔ خاتم کا ترجمہ ختم کرنے والا نہیں ہو سکتا۔

جواب: مرزا صاحب کو اعتراف ہے کہ خاتم کا معنی ختم کرنے والا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ

میں یہ خوب پھیلی پھولی اور پروان چڑھی۔ اس کا مقصد وحید قرآن و رسالت کی اساس پر مسلمانوں کے اندر انتشار و انشقاق پیدا کر کے امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا ہے۔ اس ناپاک مقصد کی تکمیل کے لیے مرزا قادیانی نے قرآن مجید کا سہارا لے کر انگریزوں کو اولی الامر قرار دیا اور اس سے وفاداری کو ایمان کا جزو قرار دیا، جہاد کو منسوخ اور حرام قرار دیا، تاکہ مسلمانوں کے دل و دماغ سے حریت و آزادی کے خیالات اور اسلامی غیرت و حمیت کو ختم کر کے ان کو ہمیشہ کے لیے انگریز کا غلام بنایا جاسکے۔ مرزا قادیانی نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ چاہا کہ اکناف عالم کے مسلمان بھی انگریزوں کے تابع ہو جائیں۔ اس مقصد کے لیے ہزار ہا روپے خرچ کر کے کتابیں طبع کروائیں اور انہیں مصر، شام، عرب اور افغانستان بھجوا دیا اور انگریزی حکومت کے دوام اور استحکام کے لیے مسلم ممالک میں اپنے جاسوس اس لیے روانہ کیے کہ ان کے فوجی اور حکومتی راز انگریزوں کو مہیا کیے جائیں، تاکہ مسلمانان عالم انگریزی سیاست کے آلہ کار بن جائیں۔ علامہ اقبال نے سچ فرمایا:

قادیانی اسلام اور ہندوستان دونوں کے دشمن ہیں، علامہ اقبال کیسی کھری بات کہہ گئے۔

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے

یہ ہے مرزا قادیانی کی تحریک کا سیاسی پس منظر اور کردار۔ مذکورہ بالا پس منظر میں، مرزا قادیانی ولد غلام مرتضیٰ اپنے دعوے نبوت و رسالت، کفر یہ عقائد، شرعی عقائد میں من مانی تاویلات فاسدہ، شرعی احکام میں تلخیصات کا سدہ انبیاء ﷺ کے خلاف دشنام اور ہفوات۔ علمائے حق کے خلاف ہرزہ سرائی، عالم اسلام کے خلاف مکاید اور اسرائیل وغیرہ اسلام دشمن حکومتوں اور تنظیموں کے ساتھ ساتھ معاشی، سیاسی اور حربی روابط کی وجہ سے خود اور بیعت کنندگان مرتد اور واجب القتل ہیں اور ان کی نسلیں دائرہ اسلام سے خارج اور بلاشبہ کافر ہیں اور ان کو مسلمان سمجھنے والا بھی کافر ہے۔ اقدار سیئہ اور شنیعہ کی وجہ سے جماعت احمدیہ کے نینوں ٹولوں قادیانی، لاہوری اور ربوی کا مکمل مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) نہ صرف جائز ہے بلکہ شرعاً فرض عین ہے۔

رسول اللہ ہے ختم کرنے والا نبیوں کا یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔

[ازالہ اوہام، ص: ۲۱۳ طبع اول]

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ أَلَا تَعْلَمُ أَنَّ رَبَّ الرَّحِيمِ الْمُتَفَضِّلِ سَمَّى نَبِيَّنَا ﷺ خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ اسْتِثْنَاءٍ وَفَسَّرَهُ ﷺ فِي قَوْلِهِ لَا نَبِيَّ بَعْدِي بَيِّنًا وَاضِحًا لِلطَّلَائِينَ - [حمامة البشري مصنفه مرزا غلام

احمد طبع لاہور، ص: ۳۴]

اعترض: خاتم کا معنی نبوت کو بند کرنے والا نہیں، بلکہ خاتم کا معنی افضل ہے۔

خاتم کا معنی بند کرنے والا ہی صحیح ہے ورنہ معترض مرزا صاحب کے درج ذیل بیان کی وضاحت فرمائیں۔

اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ آیا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اسکے میں نکلا تھا اور میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوئی اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا۔

[تزیین القلوب، ص: ۳۷۹]

اب معترض فرمائے کہ مرزا صاحب نے اپنی اس عبارت میں خاتم کا معنی بند کرنے کے معنوں میں کیا ہے یا افضل کے معنوں میں مگر ہم جانتے ہیں آپ کو اور آپ کی زبان کو وعدوں پر ہی گزارو گے موسم بہار کا اسی ایک نص پر اکتفا کرتے ہوئے احادیث صحیحہ پیش کیے دیتے ہیں۔

(۱)..... عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول

اللہ ﷺ قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل

رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الا موضع اللبنة من

زاوية فجعل الناس يطوفون به وتعجبون له ويقولون

هلا وضعت هذا اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبیین - [صحیح البخاری، باب خاتم النبیین، ج: ۱، ص: ۵۰۱]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے بڑا اچھا خوب صورت محل بنایا ہو مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ لوگ اس کا طواف کرتے اور تعجب کرتے ہوئے کہتے کہ یہ جگہ کیوں چھوڑ دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں وہ اینٹ ہوں اور میری بعثت سے اب یہ عالی شان محل ہر لحاظ سے مکمل ہو چکا یعنی مجھ پر نبوت ختم ہو چکی اور میں خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہوں۔“

(۲)..... عن جبیر بن مطعم قال قال رسول اللہ ﷺ لی خمسة اسماء انا محمد واحمد انا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب -

[صحیح البخاری، باب اسماء النبی، ج: ۱، ص: ۵۰۱]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں، میں محمد ﷺ ہوں، احمد ہوں، میں وہ ماحی ہوں کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا، میں وہ حاشر ہوں کہ میرے قدم پر لوگوں کا حشر ہوگا، میرا نام عاقب ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔“

(۳)..... عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال فضلت علی الانبیاء بست اعطيت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا وارسلت الی الخلق كافة وختم بی النبون - [رواہ الترمذی وابن ماجہ، من حدیث اسماعیل بن جعفر وقال الترمذی حسن صحیح]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں چھ باتوں میں جملہ انبیاء ﷺ پر فضیلت دیا گیا ہوں: (۱) کلمات جامع مجھے ہی ملے

ہیں، (۲) فتح دیا گیا ہوں ساتھ رعب کے، (۳) حلال کی گئی میرے لیے غنیمتیں، (۴) روئے زمین میرے لیے مسجد اور تیمم بنائی گئی، (۵) میں کافہ الناس کے لیے بنایا گیا ہوں، اور (۶) ختم کیے میرے ساتھ انبیاء۔“

(۴)..... کانت بنو اسرائیل تسوسم الانبياء كلما هلك بنى خلفه نبي وانه لا نبى بعد وسيكون الخلفاء فيكثرون - [بخاری، ج: ۱، ص: ۴۹۱]

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنو اسرائیل کی سیاست انبیاء کے ہاتھ رہی جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کا جانشین نبی ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا عنقریب خلفاء کا سلسلہ ہوگا۔“

(۵)..... عن ابن مالك قال قال رسول الله ﷺ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدى ولا نبى - [مسند احمد كذا في تفسير ابن كثير، ج: ۳، ص: ۴۹۳]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے میرے بعد کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔“

مرزا صاحب اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں، ابھی ثابت ہو چکا اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔ [ازالہ ابہام، ص: ۱۱۴]

مزید لکھتے ہیں:

ما كان الله ان يرسل نبيا بعد نبينا خاتم النبيين وما كان يحدث سلسلة النبوة ثانيا بعد انقطاعها -
یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی ﷺ خاتم النبیین کے بعد کسی کو بھی نبی کر کے بھیجے اور نہ یہ ہوگا کہ سلسلہ نبوت کو اس کے منقطع ہو جانے کے بعد پھر جاری کرے۔“

[آئینہ کمالات، ص: ۳۷۷]

حماتہ البشریٰ میں لکھتے ہیں:

ان رسولنا خاتم النبيين وعليه انقطعت سلسلة المرسلين - [حقيقة الوحى ضميمه عربى، ص: ۶۴]

”تحقیق ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں اور ان پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔“

(۶)..... عن ابى امامة الباهلي عن النبى ﷺ فى حديث طويل انا آخر الانبياء وانتم آخر الامم - [سنن ابن ماجه باب فتنة الرجال]

”حضرت ابو امامہ باہلی نے ایک طویل حدیث میں فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں آخر الانبیاء ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو۔“

(۷)..... عن ضحاک بن نوفل قال قال رسول الله ﷺ لا نبى بعدى ولا امة بعد امتى - [بيهقى كتاب الرءيا]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور میری امت کے بعد کوئی نئی امت پیدا نہیں ہوگی۔“

اعتراض: لانی بعدی میں لانی جنس کا نہیں۔
جواب: مرزا صاحب کے نزدیک یہ لانی جنس ہی کا ہے اعتبار نہ آئے تو لیجیے پڑھیے لکھتے ہیں:

لا نبى بعدى میں (لا) نفی عام ہے۔ [ایام الصلح، ص: ۱۴۶] مزید تفصیل محمدیہ پاکٹ بک ص: ۴۰۰ تا ۴۳۵ میں پڑھیے۔

(۸)..... عن ابى هريرة عن رسول الله ﷺ انه قال سيكون فى امتى اناس يحدثونكم ما لم تسمعوا ولا آباءكم فاياكم واياهم - [مقدمه صحيح مسلم، ص: ۹]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے وہ تم کو ایسی حدیثیں بیان کریں گے جو تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آبا و اجداد نے سنی ہوں گی۔ پس آپ ان سے

مختار ہیں۔“

(۹)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ سيكون في آخر الزمان دجالون كذابون ياء تونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا ولا آباءكم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم - [مقدمه صحيح مسلم، ص: ۱۰]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں بہت سے دجال اور کذاب لوگ پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس آ کر تمہیں ایسی حدیثیں سنائیں گے جو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے نہ سنی ہوں گی پس ایسے لوگوں سے بچ کر رہنا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں اور فتنہ میں ڈال دیں۔“

(۱۰)..... عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ انه سيكون في امتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم انه نبي الله وانا خاتم النبيين لا نبي بعدى - [ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ كتاب الفتن، ج: ۲، ص: ۴۶۵]

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے ان میں ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ان احادیث کو اقام فرمانے کے بعد رقم طراز ہیں:

وقد اخبر الله تعالى في كتابه ورسوله ﷺ في السنة المتواترة منه لا نبي بعده ليعلموا ان كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب، افاك دجال، ضال، مضل - [تفسير ابن كثير، ج: ۳، ص: ۴۹۴]

”اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید عزیز میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت متواترہ میں یہ خبر دی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تاکہ لوگوں کو یہ علم ہو جائے کہ ہر وہ شخص جو

رسول اللہ ﷺ کے بعد اس مقام نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ نرا جھوٹا، مفتری، دجال، گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہوگا۔“

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۲ھ فرماتے ہیں:

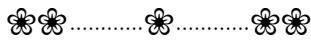
وكل دعوة نبوة بعده فغی وهوی - نبی ﷺ کے بعد نبوت کی دعوت سراسر گمراہی اور خواہش پرستی ہے۔

امام ابن العزحانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لما ثبت انه خاتم النبيين علم ان من ادعى بعده النبوة فهو كذاب وان ذلك الدعوة بسبب هوی، لاعن دليل فتكون باطلة - [شرح عقيدہ طحاوی، ص: ۹۳]

چوں کہ یہ دعویٰ دلیل کے بجائے ہوائے نفس پر مبنی ہے لہذا یہ دعویٰ باطل ہے۔ مذکورہ بالا قرآن کی عبارت نص، سات احادیث نبویہ صحیحہ اور الصادق المصدق کی تین پیشگوئیوں سے بلا کسی کھینچ تان کے ثابت روز روشن کی طرح واضح اور عیاں ہے کہ صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ تمام بنی نوع آدم عجمی، عربی، مشرقی، مغربی، جنوبی، شمالی، کالے اور گورے انسانوں کے لیے تاقیام قیامت آخری نبی اور رسول ﷺ ہیں اور تمام انسان آپ ہی کی امت میں داخل ہیں۔ اب آپ ﷺ کے سوا اس امت کے لیے اور کوئی نیا نبی اور رسول نہ بنایا جائے گا بلکہ اس امت کا جو شخص کسی قسم (ظلی یا یروزی) کی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ حسب نصوص مسطورہ بالا کافر کذاب مفتری علی اللہ، دجال دیسہ کار خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہی ہوگا۔

پس مرزا قادیانی ان نصوص صریحہ، جلیہ دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ کے مطابق دعوائے نبوت میں کافر، کذاب، دجال، مفتری علی اللہ ضال اور مضل ہے اور اپنی نبوت کا ذبہ کے اثبات اور فروغ کی خاطر کتاب وسنت سے بزم خویش مفید مطلب اپنی تحریفات اور تلبیسات کی پیوند کاری کرنے والا ہے اور اس پیوند کاری کے سہارے عوام الناس کو اسلام سے برگشتہ کرنے والا ہے۔ [جاری ہے]



مخلوط معاشرہ

امام عبدنبی

نماز میں صفیں الگ الگ:

رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو یہ اجازت دی ہے کہ اگر وہ مسجد میں جا کر نماز ادا کرنا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتی ہیں اور مردوں کو چاہیے کہ وہ انہیں مسجد میں جانے سے نہ روکیں۔

لیکن رسول اللہ ﷺ نے مرد و عورت کے اختلاط ہی کے خدشے کے پیش نظر فرمایا:

خیر صفوف الرجال اولها وشرها آخرها، وخیر

صفوف النساء آخرها وشرها اولها - [صحیح مسلم،

کتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف اذا قامتھا: ۴۴۰]

”مردوں کی سب سے بہتر صف پہلی صف ہے اور سب سے

بری صف آخری صف ہے اور عورتوں کے لیے سب سے بہتر

آخری صف ہے اور سب سے بری صف پہلی صف ہے۔“

ابن باز رحمہ اللہ اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں مردوں کی آخری صف چونکہ عورتوں کی صف ہوتی ہے، اس لیے باہم اختلاط، رویت اور ایک دوسرے کی حرکات اور گفتگو سننے کے نتیجہ میں تعلق خاطر پیدا ہونے کے خطرات ہوتے ہیں۔ نیز مردوں کی آخری صف اس لیے بری ہے کہ تقدم اور امامت سے ان کی دوری ہو جاتی ہے اور عورتوں سے قربت ہو جاتی ہے جو ذہن و فکر کو مشغول کرتی ہے اور بسا اوقات مردوں کی نماز فاسد اور ان کی نیت و خشوع میں خلل پیدا کر دیتی ہے جب شارع نے عبادت کی جگہوں میں ان خطرات کا خدشہ ظاہر فرمایا جب کہ اختلاط بھی نہیں پایا جاتا بلکہ عورتوں سے مردوں کی کسی قدر نزدیکی ہوتی ہے تو اختلاط کی صورت کیا ہوگا؟ [ص: ۸۳۷ فتاویٰ برائے خواتین اسلام]

جب نماز ختم ہوتی تو یہ خیال رکھا جاتا تھا کہ پہلے عورتیں اپنے

اپنے گھروں کو واپس چلی جائیں پھر مرد مسجد سے نکلیں۔ چنانچہ امام سلمہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب عورتیں فرض نماز سے سلام پھیر لیتیں تو اٹھ کھڑی ہوتی اور نبی ﷺ کے اٹھنے سے قبل اپنے اپنے گھروں کو پہنچ جاتی تھیں۔ [صحیح بخاری، کتاب الصلوة]

ایک روایت میں ہے کہ عورتیں سلام پھیر کر اٹھ کھڑی ہوتیں اور جو مرد آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں موجود ہوتے وہ تھوڑی دیر جب تک اللہ چاہتا ٹھہر جاتے، پھر جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تو دوسری

مرد بھی کھڑے ہو جاتے۔ [صحیح بخاری، کتاب الصلوة]

در اصل مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، وہاں ہر وقت اللہ کی برکات اور رحمت کے فرشتے نازل ہوتے رہتے ہیں۔ مسجدیں زمین پر سوائے اللہ کے ذکر کے اور کسی مقصد کے لیے نہیں بنائی گئیں۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے مساجد کو زمین پر اللہ کی سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ فرمایا ہے۔ لہذا عورت کو بھی یہ حق دیا گیا ہے کہ اگر وہ اللہ کے گھر میں جانا چاہتی ہے تو جاسکتی ہے اور اسے کوئی مرد مسجد میں جانے سے منع نہ کرے۔ لیکن جس طرح ہر دفتر اور ہر سرکاری عمارت میں جانے کے کچھ اصول اور آداب ہوتے ہیں اسی طرح پوری کائنات کے مالک کے گھر میں جانے کے بھی اصول و آداب شریعت نے بتائے ہیں۔ لہذا عورت کو چاہیے کہ ان آداب کا خیال رکھے۔

نیز یہ اصول اور آداب اس احتیاط کے پیش نظر مقرر کیے گئے ہیں کہ عورتوں اور مردوں میں اختلاط واقع نہ ہو۔

دونوں کے لیے مسجد کے دروازے الگ الگ:

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے فوراً بعد مسجد کی تعمیر کی۔ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس کی وجہ یہی ہے کہ جمعہ کا اجتماع عام نمازوں کی نسبت زیادہ بڑا ہوتا ہے لہذا اختلاط کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں۔ ہاں! عورت دین کے احکام سیکھنے کے لیے نماز جمعہ میں آنا چاہے تو آ سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ ان تمام شرائط کی پابندی کرے جو اسلام نے اس پر باہر نکلنے کے لیے عائد کی ہیں۔

نماز تراویح کا بھی انتظام الگ الگ:

فرض نماز کی الگ الگ جماعت ایک ہی مسجد میں ایک ہی وقت میں نہیں کرائی جاسکتی لیکن تراویح کی جماعت الگ الگ کرائی جاسکتی ہے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں سلیمان بن ابی حاتمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رمضان المبارک میں مسجد کے ایک کونے میں عورتوں کو تراویح کی نماز پڑھائیں۔ [المحلی: ۱۱۳/۳]

عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ جب مردوں اور عورتوں کا عام اجتماع ہو تو عورتوں کے لیے مردوں سے ہٹ کر ایسی جگہ مقرر کی جائے گی جو ایک کونے میں ہو اور مردوں کا ادھر آنا، ان کی نظر ان تک جانا یا مردوں کی آواز کا عورتوں تک پہنچنا سہل نہ ہو۔ اسی طرح کی آواز، نظر اور پہنچ مردوں تک نہیں ہو سکے گی اور وہ اختلاط سے بچ جائیں گے۔

وضو کے لیے جگہیں الگ الگ:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ایک جگہ دیکھا کہ مرد اور عورتیں ایک ہی حوض پر وضو کر رہے ہیں۔ آپ نے ان کو کوڑے مارے (یعنی ناپسند کیا اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ کی) اور حوض کے مالک کو حکم دیا کہ مردوں کے لیے الگ اور عورتوں کے لیے الگ حوض بنادے۔

[فتنہ عمر، ص: ۵۹۸]

ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک کنویں پر کچھ غلام ڈول ڈالے پانی نکال رہے تھے اور ان کے ساتھ ایک لونڈی بھی کنویں میں ڈول ڈالے ہوئے تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا ”ہاء“ (یہ کلمہ تعجب ہے آپ کا مقصد یہ تھا کہ یہ تو خطرناک بات ہے کہ ایک لونڈی غلاموں کے درمیان کھڑی ہے۔) پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”شاید اس لونڈی کا مالک اس

لو کتنا تر کتنا هذا الباب للنساء۔

”اگر ہم یہ دروازہ عورتوں کے لیے چھوڑ دیں تو کیا ہی اچھا ہو۔“ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ چنانچہ وہ فوت ہونے تک کبھی اس دروازے سے نہیں گزرے۔ [المحلی: ۱۱۴/۳]

ابوداؤد طیالسی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا یلج من هذا الباب من الرجال احد۔

”اس دروازے میں سے مردوں میں سے کوئی داخل نہ ہو۔“

چنانچہ صحابہ اس کا خیال رکھتے تھے اگر کبھی کوئی مرد اس دروازے سے اس وقت گزرتا جب کوئی عورت نہ ہوتی تو بھی بعض صحابہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ مردوں کو اس دروازے سے گزرنے سے سختی سے روکا کرتے تھے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اس دروازے کا نام ہی ”باب النساء“ معروف ہو گیا۔ اب بھی مسجد نبوی میں عورتوں کے لیے پورا حصہ الگ ہے اور دروازے بھی الگ ہیں۔

عام اجتماعات میں بھی دروازے الگ الگ:

مسجد جیسی پاکیزہ اور عبادت کے لیے مخصوص جگہ کے دروازے الگ الگ کرنے سے یہ پتا چلتا ہے کہ اسلام کسی سطح پر مرد اور عورت کا اختلاط پسند نہیں کرتا۔ نیز جب نماز کے لیے دروازوں پر مرد اور عورت کا اختلاط ممنوع ہے اور ان کے لیے مشترک دروازہ نہیں رکھا جاسکتا تو دیگر اجتماعات کے وقت بھی ایک مسلمان کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ راستے اور الگ الگ دروازے مقرر کریں اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو مردوں اور عورتوں کے داخل ہونے اور نکلنے کے اوقات میں اس قدر فرق ہو کہ دروازے یا راستے میں اختلاط کا موقع پیدا نہ ہو۔

جمعہ کی نماز:

ایک اجتماعی فرض عبادت ہے۔ یوم الجمعہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ اسے ہفتے میں صرف ایک بار ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے باوجود شریعت نے اسے بھی عورتوں پر فرض نہیں کیا۔

[دیکھیے سنن ابی داؤد: ۱۰۶۷]

عورتیں دفاتر اور فیکٹریوں میں ان کی جگہوں پر غاصبانہ قبضہ جمائے ہوئے ہیں جو شریعت کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

الگ الگ مجلسیں:

اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانے سے منع کرتے ہوئے اہل ایمان سے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ﴾ [الحجرات: ۱۱]

”اے ایمان والو! کوئی بھی مرد کسی مرد سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے کہ وہ (عورتیں جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے) ان سے اچھی ہوں۔“

چوں کہ مسلمان معاشرے میں اجنبی مردوں اور عورتوں کی مخلوط مجالس کا کوئی تصور نہیں۔ لہذا یہ حکم نہیں دیا کہ مرد عورتوں کا یا عورتیں مردوں کا مذاق نہ اڑائیں بلکہ یہ فرمایا کہ مرد مردوں کا مذاق نہ اڑائیں اور عورتیں عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں۔ کیوں کہ عورتوں نے عورتوں کی مجالس میں بیٹھنا ہے اور انہی کی عادات اور گفتگو کو دیکھنا سننا ہے۔ لہذا وہ اگر مذاق اڑائیں گی تو عورتوں ہی کا اڑائیں گی۔ یہی حال مردوں کا ہوگا حالانکہ منع مطلقاً اس طرح بھی کہہ کر کیا جاسکتا تھا کہ کوئی کسی دوسرے کا مذاق نہ اڑائے۔ جہاں اس آیت میں مذاق اڑانے سے روکنا مقصود ہے وہاں یہ بات ذہن نشین کرائی گئی کہ عورتیں عورتوں ہی میں اور مرد مردوں میں اپنا اٹھنا بیٹھنا رکھا کرتے ہیں اور اسی کی پابندی کیا کریں۔

جداگانہ عملی مجلسیں:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مرد تو آپ ﷺ کی باتیں سن جاتے ہیں۔ ہمارے لیے بھی اپنی طرف سے ایک دن مقرر فرمادیجیے تاکہ ہم اس دن جمع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ نے جو علم آپ ﷺ کو دیا ہے اس میں سے کچھ ہم کو بھی سکھا دیا کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے لیے

کے پاس جاتا ہوا اور پھر اسے غلاموں کے پاس بھیج دیتا ہو جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، خبردار ہو جاؤ اگر اس کی اولاد ہو گئی تو میں اس کو اسی شخص کی طرف منسوب کر دوں گا۔“ [سنن سعید بن منصور: ۶۶/۲/۳]

راستے بھی جدا جدا:

حمزہ بن ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد سے نکل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا مرد اور عورتیں راستے میں مل جل گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا:

فاستأخرن فانه ليس لکن ان تحققن الطريق
عليكن بحافات الطريق - [سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی مشاء النساء مع الرجال فی الطريق]
”تم پیچھے ہو جاؤ، تمہارے لیے راستے کے درمیان چلنے کا کوئی حق نہیں، تم راستے کے کناروں پر چلو۔“

اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ راستہ جو عام گزرگاہ ہے اور ہر انسان کے لیے ہے مرد ہو یا عورت، اس کے درمیانی حصے پر چلنے کا حق مردوں ہی کو حاصل ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ چار دیواری سے باہر کی دنیا اصلاً مردوں کے لیے ہے۔ عورت بھی کبھار بوقت ضرورت ہی ان راستوں سے گزرا کرتی ہے۔ کیوں کہ اس کا اصل مقام گھر کی چار دیواری ہے۔ لہذا جب وہ ان راستوں سے گزرے تو اسے چاہیے کہ وہ راستے کے ایک طرف ہو کر چلے تاکہ مردوں سے اختلاط نہ ہو، عورت کی طرف دونوں جانب سے مردوں کی نظریں نہ اٹھیں بلکہ اسے ایک طرف سے دیواری اوٹ مل جائے۔

مندرجہ بالا حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کے بعد عورتیں دیواروں کے ساتھ اس طرح سمٹ کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔

صحابیات کے راستہ چلنے کے اس طریقے سے آج کی مسلمان عورتوں کے لیے راہ چلنے کے اسلامی آداب کا بھی پتا چلتا ہے۔ نیز یہ کہ شریعت یہ پسند نہیں کرتی کہ عورت مردہ کے دائرہ کار میں سے اس کی کسی جگہ پر قبضہ کرے جب کہ آج کل عورت نے مرد کے ہر ایک کام پر قبضہ کر لیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ مرد بے روزگاری کی وجہ سے خودکشی کر رہے ہیں اور

ایک دن مقرر فرمادیا۔ [صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب]

اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ خاتون اس کے بارے میں اتنی فکر مندی کا اظہار نہ کرتی اور نہ نبی ﷺ اس کا اہتمام کرتے۔

دوسرے یہ کہ مسلمان عورتیں شریعت کے احکامات کی رو سے یہ جانتی تھیں کہ عورتوں کا مردوں کی مجالس میں جا کر بیٹھنا درست نہیں۔ لہذا مرد تو رسول اللہ ﷺ سے خوب استفادہ کرتے لیکن عورتیں اس سعادت سے محروم رہ جاتی تھیں۔ چنانچہ عورتوں نے اپنی محرومی اور مشکل کا حل خود سوچا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور حل نکل آیا نہ صرف ان صحابیات کے لیے بلکہ دنیا کی ہر مسلمان عورت کے لیے اور وہ یہ کہ علماء و حضرات پر دے کے پیچھے رہ کر مسلمان عورتوں کو دین کی تعلیم یا کسی دیگر ضروری علم و ہنر کی تعلیم دے سکتے ہیں۔

جداگانہ تعلیمی ادارے:

ایک اسلامی ملک میں جداگانہ تعلیمی اداروں کا قیام ملک کی بنیادی ضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود عورتوں کو تعلیم کے لیے مردوں سے الگ الگ ایک دن مختص کیا تھا۔ عید کے روز آپ نے خواتین کے حصے کی طرف جا کر انہیں وعظ و نصیحت کی، جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ تعلیم دین حاصل کرنا عورت پر بھی مرد ہی کی طرح فرض ہے۔ عورتوں کے سر پرستوں کو، علماء کو اور سربراہ مملکت کو اس کا مناسب جداگانہ انتظام کرنا چاہیے تاکہ خواتین علم جیسی قیمتی متاع سے بے بہرہ نہ ہوں۔

ہمارے ملک میں صرف دینی تعلیم کے ادارے جداگانہ بنیاد پر کام کر رہے ہیں۔ دنیوی تعلیم کے ادارے مخلوط تعلیمی اداروں ہی کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں اور اقوام متحدہ مخلوط اداروں کے قیام کے وعدے پر ہی قرض مہیا کر رہی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ملک میں غاشی، بے حیائی اور کج روی مغرب ہی کی طرح دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔

نماز عید کا اجتماع الگ الگ:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، جب

خطبہ سے فارغ ہوئے تو عورتوں کی طرف آئے اور ان کو وعظ و نصیحت کی۔ اس دوران آپ ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ٹیک لگا کر کھڑے رہے اور بلال اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کی اشیاء ڈال رہی تھیں۔

ابن جریج اس حدیث کے راوی کہتے ہیں میں نے عطاء بن ابی رباح (جنہوں نے یہ حدیث بیان کی) سے پوچھا کیا یہ صدقہ فطر تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، یہ اس کے علاوہ صدقہ تھا جو عورتیں عید کے دن کیا کرتی تھیں۔ ابن جریج کہتے ہیں: میں نے کہا، کیا آپ کا خیال ہے کہ امام کے لیے لازم ہے کہ وہ عورتوں سے صدقہ وصول کرے اور ان کو وعظ کرے۔ عطاء بن ابی رباح نے فرمایا: ہاں! یہ اماموں پر فرض ہے نامعلوم وہ ایسا کیوں نہیں کرتے۔ [صحیح بخاری، کتاب العیدین]

[جاری ہے]



مولانا مفتی عبید اللہ عقیف پر مقدمہ

شیخ الحدیث مولانا مفتی عبید اللہ عقیف صاحب (امیر جمعیت اہل حدیث) خطیب و بانی جامع مسجد امت العزیز اہل حدیث رحمت ٹاؤن فیصل آباد پر مقامی انتظامیہ نے ۱۶-ایم پی او کا ناجائز مقدمہ درج کر دیا ہے۔ اس مقدمے سے مفتی صاحب اور وہاں کے نمازوں کو شدید رنج ہوا ہے۔ انتظامیہ سے درخواست ہے کہ یہ مقدمہ فی الفور ختم کیا جائے۔

[انتظامیہ و جماعت مسجد ہذا]

پروفیسر عبدالحکیم سیف (کوٹ رادھا کشن) کے لیے

دعائے صحت کی درخواست

جامعہ محمدیہ قدوسیہ کوٹ رادھا کشن کے ناظم پروفیسر عبدالحکیم سیف طویل عرصہ سے علیل ہیں۔ پچھلے دنوں ان کی علالت شدت اختیار کر گئی تھی جس میں بجز اللہ اب افاقہ ہے۔ احباب جماعت سے مکمل صحت یابی کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

[قاری محمد احمد مدرس، رابطہ: 0332-4292366]

سیرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

زبیدہ بی بی

نام:

زمانہ جاہلیت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبد الشمس تھا۔ قبول اسلام کے چند سال بعد جب وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو آنحضور ﷺ نے ان کا جاہلی نام بدل کر اسلامی نام عبد الرحمن رکھا۔ لیکن انہوں نے اپنی کنیت ”ابو ہریرہ“ سے شہرت پائی اور ان کا اصل نام نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

کنیت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کنیت پر جمہور ارباب سیر کا اتفاق ہے۔ اس کا مطلب ہے ”بلی والا“۔ اس کنیت کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں، ان میں سے رائج روایت یہ ہے کہ

حضرت عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیوں کہا جاتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک بلی پال رکھی تھی اور رات کو میں اس بلی کو ایک درخت کی کھوہ میں رکھ دیتا تھا۔ دن کو جب میں بکریاں چرانے جاتا تو اس کو ساتھ لے لیتا اور فرصت کے وقت اس سے کھیلا کرتا تھا۔ لوگوں نے بلی سے میرا غیر معمولی لگاؤ دیکھ کر مجھ کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنا شروع کر دیا۔

بچپن سے جوانی تک:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے وطن ہی میں پلے بڑھے اور اپنی زندگی کا پہلا تیس سالہ دور وہیں گزرا۔ وہ بچپن ہی میں سایہ پدری سے محروم ہو گئے اور ان کی والدہ نے نہایت عسرت و افلاس کے عالم میں ان کی پرورش کی۔ اہل سیر نے ان کے حالات بہت کم بیان کیے ہیں۔

صرف یہ معلوم ہے کہ وہ اپنے وطن میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ روزانہ بکریاں جنگل میں لے جاتے اور شام تک انہیں چراتے رہتے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں انہوں نے لکھنے پڑھنے میں کچھ شد بد پیدا کر لی تھی اور کبھی کوئی شعر بھی موزوں یاد کر لیتے تھے۔ اگرچہ وطن میں ان کی زندگی کا بیشتر حصہ افلاس کی حالت میں گزرا۔ ۶ کے اواخر میں انہوں نے اپنے قبیلے کے ہمراہ وطن سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔

قبول اسلام:

جمہور علماء سیر نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے (اپنے وطن میں) حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت مسلمان ہوئے جب حضرت طفیل نے مکہ سے دوسری مرتبہ واپس آ کر اپنے قبیلے میں تبلیغ شروع کی۔ بہر صورت یہ واقعہ ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے کا ہے۔

کچھ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر (محرم ۷ھ) کے موقع پر یا صلح حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ھ) اور غزوہ خیبر (محرم ۷ھ) کے درمیان عرصے میں مسلمان ہوئے۔ لیکن جمہور علماء سیر نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے کہ وہ ہجرت نبوی سے پہلے اپنے وطن ہی میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے۔ غزوہ خیبر کے موقع پر انہوں نے ہجرت اور آنحضور ﷺ کی زیارت اور بیعت کی سعادت حاصل کی۔

خانگی زندگی:

کتب سیر سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صرف ایک بیوی کا پتا چلتا

قرب رسول ﷺ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت سے اس قدر محبت تھی کہ ایک پل کے لیے بھی جدا ہو جاتے تو ان کے لیے قیامت برپا ہو جاتی۔ علم دین کے جیسے خود بھی دیوانے تھے ویسے دوسروں کو بھی شوق دلاتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات حضور ﷺ سے پوچھتے، ذرا نہ جھجکتے تھے۔ اس وجہ سے ان کی بیان کی ہوئی حدیثوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے اور خود کہا کرتے تھے کہ ہمارے مہاجر بھائی کاروبار میں اور انصار کھیتی باڑی میں رہتے۔ لیکن مجھ غریب کا پورا وقت سرکار کے دربار میں گزرتا۔ تیس برس کی عمر سے رسول اللہ ﷺ کی وفات تک میں سایہ کی طرح ان کے ساتھ رہا۔ امہات المؤمنین کے ساتھ ان کے گھروں میں جاتا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں لگا رہتا اور حضور ﷺ کے ساتھ حج کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بڑے بڑے صحابہ مجھ سے حدیثیں پوچھا کرتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے تین سال تک نبی کریم ﷺ کی صحبت پائی۔ ان سالوں میں جو کچھ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے ان کو یاد رکھنے اور سمجھنے سے زیادہ مجھے کوئی چیز محبوب نہ تھی۔

حب رسول ﷺ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم ﷺ سے بے پناہ عقیدت اور محبت تھی۔ وطن سے ہجرت کے بعد حضور اکرم ﷺ کے دامن اقدس سے ایسے وابستہ ہوئے کہ آپ ﷺ سے تھوڑی دیر کی جدائی بھی شاق گزرتی تھی۔ عہد رسالت میں وہ کچھ مدت کے لیے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحرین گئے۔ حضور ﷺ سے یہ جدائی انہوں نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں برداشت کی۔

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے پکار پکار کر کہتے تھے۔ لوگو! آج جی بھر کے رولو کہ رسول اللہ ﷺ کا محبوب دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ایک دفعہ ان کے سامنے بکری کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا۔

ہے۔ قیاس غالب ہے کہ انہوں نے عمر بھر میں صرف ایک شادی کی۔ بیوی کا نام بسرہ بنت غزوہ تھا جو مشہور صحابی عتبہ بن غزوہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ وہ بڑی مالدار خاتون تھیں اور ایک معزز قبیلے ’بنو زمان‘ سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر اللہ کا شکر ادا کیا کرتے تھے کہ ان کی شادی ایسے معزز خاندان میں ہوئی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے ملازم ہوا کرتے تھے بعد میں ان کے شوہر ہو گئے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نہایت اعلیٰ اخلاق اور بے حد پاکیزہ عادات و خصائل سے نوازا۔ ان کے گشت اخلاق میں علم کی تحصیل اور اشاعت میں بے پناہ انہماک، خشیت الہی خوف آخرت، حب رسول ﷺ، شوق جہاد، سیرچشی اور خوش مزاجی سب سے خوش رنگ پھول ہیں۔

خشیت الہی اور خوف آخرت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر خشیت الہی کا بہت غلبہ تھا اور وہ خوف آخرت سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے تھے۔

ایک دفعہ ان کی ایک حبشی خادمہ نے ان کو بہت پریشان کیا غصے میں آ کر اس کو مارنے کے لیے چابک اٹھایا۔ لیکن خوف آخرت غالب آ گیا۔ چابک ہاتھ سے رکھ کر فرمانے لگے اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ قیامت کے دن مجھ سے بدلہ لیا جائے گا تو میں تمہیں اس چابک سے مارتا۔ جاؤ میں نے اللہ کی رضا کی خاطر تمہیں آزاد کیا۔

ایک دفعہ ان کی بیٹی نے کہا: ابا جان! لڑکیاں مجھے طعنہ دیتی ہیں کہ تمہارے والد تمہیں زیور کیوں نہیں پہناتے۔ فرمایا: بیٹی ان سے کہو میرا باپ اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں مجھے جہنم کی آگ میں نہ جلنا پڑے۔

وفات سے پہلے علالت کے دوران بہت روتے تھے۔ لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا میں اس لیے روتا ہوں کہ آخرت کا سفر طویل ہے اور میرے پاس زاد راہ کم ہے۔ اس وقت جنت دوزخ کے نشیب و فراز میں ہوں معلوم نہیں کس راستے پر جانا پڑے۔

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جمعہ میں یہ سورتیں پڑھتے سنا۔“

ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مجلس میں موجود لوگوں کو یہ حدیث سنائی:

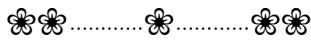
”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارا پڑوسی تم سے اپنا شہتیر دیوار پر رکھنے کی اجازت مانے تو اس کو روکو نہیں۔“
یہ حدیث سن کر وہ لوگ چوں چا کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا بات ہے کہ تمہیں اس حدیث پر عمل کرنے سے گریزاں دیکھ رہا ہوں۔ واللہ! میں تم کو اس کا پابند کر کے چھوڑوں گا۔

شغف عبادت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو عبادت اور ذکر الہی سے خاص شغف تھا۔ رات کو اٹھ کر خود بھی عبادت کیا کرتے تھے اور گھر والوں کو بھی شب بیدار بناتے تھے۔ حافظ ذہبی نے ”سیر اعلام النبلا“ میں ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں سات دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مہمان رہا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کی اہلیہ اور ان کا غلام رات کو باری باری جاگ کر عبادت کیا کرتے تھے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کو اشراق کی نماز پڑھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ چنانچہ وہ زندگی بھر یہ نماز پابندی سے پڑھتے رہے۔

مضارب بن جزیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو میں باہر نکلا تو کسی کے زور زور سے تکبیریں کہنے کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ قریب جا کر دیکھا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان سے پوچھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کیوں تکبیریں کہہ رہے ہیں؟ کہنے لگے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ ایک وہ وقت تھا جب میں بسرہ بنت غزوآن کے پاس پیٹ کی روٹی پر ملازم تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دن دکھایا کہ وہ میرے عقد میں آگئی۔ [جاری ہے]



انہوں نے یہ کہہ کر اس کے کھانے سے معذرت کر لی کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے مگر آپ ﷺ نے کبھی جو کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی۔

اتباع سنت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے شبانہ روز فیض صحبت نے ایک ایسا مثالی مرد مومن بنا دیا تھا کہ وہ ہر کام میں حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کو پیش نظر رکھتے تھے۔ عبادات میں بھی آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے تھے اور معاملات میں بھی لفظ بہ لفظ آپ ﷺ کے ارشادات کی تعمیل کرتے اور آپ ﷺ کے طرز عمل کا اتباع کرتے تھے۔ ساتھ ہی لوگوں کو بھی برابر اس کی تلقین کرتے تھے۔ کسی کو خلاف سنت کام کرتے دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے اور جو کچھ اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے سنا ہوتا وہ سنا دیتے۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سورۃ الشقاق پڑھتے وقت سجدہ تلاوت کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے سجدہ کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا: ”اگر میں نبی ﷺ کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھتا تو سجدہ نہ کرتا۔“

ایک دفعہ عثمان نہدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ (نفل) روزے کیسے رکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں (رمضان المبارک کے پورے روزوں کے علاوہ) ہر مہینے کے آغاز میں تین روزے رکھتا ہوں۔

عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور خود مکہ چلا گیا۔ اس دوران میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ پہلی رکعت میں سورۃ الحجۃ اور دوسری میں سورۃ المنافقون پڑھی۔

عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نے جمعہ کی نماز میں وہی سورتیں پڑھیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فہ میں جمعہ کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حیاتِ بے ثبات

کیوں حیاتِ بے ثبات پہ اتنا نازاں ہے تو یہ دنیا چھوڑ کر تجھے جانا پڑے گا
کل نفس ذائقۃ الموت کی زد میں ہر ذی روح کو اک روز آنا پڑے گا
کس لیے دنیا کی چاہت میں اس قدر کھو گیا ہے تو مائل اس طرف اتنا ہوا کہ اسی کا ہو گیا ہے تو
یہ خیال ناروا تجھے دل سے ہٹانا پڑے گا
زمانہ بھر کے ستم ڈھائے تو نے معصوم بندوں پر قتل و غارت آبروریزی کا ہے بار تیرے کندھوں پر
یومِ محشر یہ سب حساب تجھے چکانا پڑے گا
کتابِ ہستی تیری تحریر ہے تیرے کردہ جرائم سے ہر فرد یہاں پر خائف ہے تیرے ناپاک عزائم سے
یہ خوف اللہ کے بندوں کے ذہنوں سے مٹانا پڑے گا
یہ رہنری ، یہ ڈاکہ زنی بھلا کس کا یہ قصور ہے یہ بے راہ روی کی داستانیں صرف تیرے ہی ذہن کا فتور ہے
ان سب بے جا حرکتوں کا تجھے بار اٹھانا پڑے گا
کتنے احباب و اقرباء کو زیرِ زمیں دفن دیا تو نے حیف تیری عقل پر خود اس وقت کو بھلا دیا تو نے
تیرے جسدِ خاکی کو بھی اسی مٹی میں سمانا پڑے گا
کیوں فراموش کر دیا تو نے مقصدِ حیات کو کس زعم پہ بھلا دیا ، خالق کائنات کو
گر خیر اپنی چاہتا ہے روٹھے رب کو منانا پڑے گا
ہے دنیا مزرعة الآخرة بیج بولے یاں حسنات کا گریوں ہی موت نے آلیا پتا چل جائے گا تیری اوقات کا
پھر اس غفلتِ پیہم پہ عابر ، رونا پڑے گا پچھتانا پڑے گا
کیوں حیاتِ بے ثبات پہ اتنا نازاں ہے تو یہ دنیا چھوڑ کر تجھے جانا پڑے گا
کل نفس ذائقۃ الموت کی زد میں ہر ذی روح کو اک روز آنا پڑے گا